

883

تمام دو سالوں سے زیادہ چھپنے والا دستاورد ہر دلعزیز سالہ رحمت و ایل نمبر ۸۸۲

بادشہ دنیائے ہرے ہیں مری شہر رخ کے
دل کی جلی چال ہے سب رنگ صلیح جنگ کے

گاہ نگاہ میں بام و پناہ تماشا دیکھتا
گاہ نگاہ میں دشتیوں کی دگاہوں صدا

نہایتی روحانی اور جسمانی مسرت کا مرکز
رسالہ

مستانہ جوگی لاہور

مالک و اڈیٹر صوفی پھن پر شا

جلد بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء نمبر ۹

قواعد

۱۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو رسالہ خریداروں کو بل جاتا ہے۔ اگر نہ ملے تو ہر ماہ کی تین تاریخ تک خود دفتر میں شکایت آجانی چاہئے۔ تین تاریخ کے بعد شکایت کے ساتھ پانچ روپے ٹکٹ ارسال کریں۔ ۲۔ ہر طرح کی خط و کتابت شکایت و تمسیل زر صوفی پھن پر شا کے نام کو بھیجیے۔ نام تحریر مل نہ یا خط و کتابت کرنے پر دفتر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ ۳۔ ہر خط پر اپنا پورا پتہ خوش خط لکھیں اور چٹ نمبر بھی ضرور درج کریں جو ایک کیلئے واپسی کا ردیا ملے گا۔ ۴۔ خط و کتابت کیلئے اتنا پتہ کافی ہے: صوفی پھن پر شا و اڈیٹر سالہ مستانہ جوگی لاہور

سالانہ چند نمبریں پتہ عمائد و ڈسٹریکٹ پانچ روپے نمونہ فی رسالہ پانچ آنہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	فہرست مضامین	۲	۲۵	زوجوں کی بہتی کا زندہ ثبوت	۴۶
۲	سیوہ بن سیوہ نہیں	۳	۲۶	ایک ایذا قدرتی انقلاب	۴۸
۳	جب زسرت چھڑتے ہیں انظم	۵	۲۷	پرندوں اور حیوانوں کی علوات	۴۸
۴	سپاخہ رون آتا ہے	۶	۲۸	بسیا دنظم	۵۰
۵	اُنپندوں کا پچوڑ	۷	۲۹	دھچپ طبی معلومات	۵۱
۶	کیوں بچھو توج ہو اسے	۸	۳۰	بیکٹریا یعنی جرمر	۵۱
۷	دربہ مانہ حباب دنظم	۱۱	۳۱	چہرہ کی پھینوں کے واسطے	۵۷
۸	کرم یوگ	۱۱	۳۲	بچہ کیوں روکتا ہے	۵۸
۹	یوگ سادھن	۱۱	۳۳	علم جڑی بوٹی	۵۸
۱۰	آیام طفلی (نظم)	۱۴	۳۴	ناگ مارگ یعنی مہنگہ	۵۸
۱۱	دل کا جرم براہ	۱۷	۳۵	بھنگے کی چائے	۶۰
۱۲	آج رخصت ہوئیں مینا سے	۲۰	۳۶	بڑا کا دودھ	۶۲
۱۳	پہنچی بہادری	۲۰	۳۷	چند آزمودہ اور قیمتی نسخے	۶۵
۱۴	قدیم ہندوستان کے جہاز اور جہاز رانی	۲۱	۳۸	بہرے پن کی دوائی	۶۷
۱۵	بچھو بچھو جسے جہاز میں لے گئے	۳۵	۳۹	چینی طبابت	۶۷
۱۶	شہر میں لڑائی کے لئے جو اور نظم	۳۶	۴۰	دھاتوں سے دوا کا کام	۶۸
۱۷	سرسہ شہر پانچواں سال میں علم جراحی	۳۷	۴۱	جانداروں سے دوا کا کام	۶۹
۱۸	برصاوت شیش کی یا ترا	۳۷	۴۲	تفصیل و شناخت امراض	۷۲
۱۹	چاروں کی چاندنی ہے	۳۹	۴۳	مختلف امراض کے اسباب	۷۲
۲۰	پیر مہیاں بچھو نہیں دنظم	۴۰	۴۴	مرض کی نگہداشت اور حفظ صحت	۷۲
۲۱	نام کی بابت بچھو معلومات	۴۰	۴۵	مرض کی خوراک	۷۵
۲۲	رہستہ بھول جانا اور سکا پتہ	۴۱	۴۶	انارکلی اور حسرت اچی	۷۵
۲۳	بیل کی فائدہ کا اندازہ معلوم کرنا	۴۱	۴۷	دایہ گری	۷۶
۲۴	ایک ماہ کے ایک روز کی تھوڑا نکالنا	۴۲	۴۸	انگریزی ادویات کے راز	۷۷
۲۵	اکھن اپنلے پھرتا ہے اور	۴۲	۴۹	آپس کی بامیق	۷۹
۲۶	تاہوت تیت بھی دنظم	۴۳	۵۰	کاسیابی	۸۳
۲۷	شہر اور مہنگی	۴۳	۵۱	ترقی ارفار	۸۳
۲۸	انسان کی میناں کب سے ہے	۴۳	۵۲	ماہ اکٹوبر کے رسالہ کی فہرست	۸۴

نہ سے اس لئے دی تھی کہ وہ صحتوں پر سے پہنا کرے +
 قویا اس بھی چون اور چاند کو بڑھتی عورت کے چروٹی میں رکھ دیتی ہے۔ جب وہ اس کے لئے پانی لینے
 جاتی ہے +

وہ پانی لیکر آتی ہے اور کہتی ہے: ہاتھی! بیچے پانی حاضر ہے۔ اور وہ اس پیالہ کو بیوہ ستر کی
 ہونٹوں سے لگا دیتی ہے۔ آٹا فانا نظارہ ہی بدل جاتا ہے۔ کہیں کھڑکی کو تہی ہے نہ چھوڑتی نظر آتی +
 آنکھ جھپکنے سے نہیں پاتی کہ چھوڑتی کی جگہ ایک خوب صورت مکان نظر آتا ہے۔ اس مکان میں کئی ٹمپ
 ہے ہیں اور اندر کئی رنگ کی جھیلیں کم ہیں۔ اور مکان کے اندر بھگوان کرشن مجھے جھٹے ہیں اور ان کے
 ہاتھ میں زہری ہے۔ دیوار کے چروٹوں پر لٹری ہے کرشن اسپر دیا دشتی کہتے ہیں اور زبان مبارک سے
 نسلتے ہیں۔ وہ غریب ڈھیا بیوہ میرا ہی روپ لیتی میں پیاسا تھا اور تونے مجھے پانی پکایا۔ میں
 تھا۔ تونے مجھے کپڑا پہنایا +

اس کے عرض میں نے مجھے درشن دینا مناسب سمجھا +
 اسے بھارت واسیو۔ جاؤ۔ جاکر راؤ دیکھو تو وہی کون نرو چہرے اور بھوکی آنکھوں کے ساتھ بھارت
 دروازہ پر کھڑا کھٹکھٹا رہا ہے +
 ہاں۔ ہاں ذرا آنکھیں کھل کر دیکھو۔ واہ پر بھگوان کرشن جو کہ غریبوں کا ساتھی ہے۔ پیاسا اور بھوکا
 منگا کھڑا ہے +

جس انست چھڑے ہیں خستہ و ناتاہ

اپنے میں جوا بھونے سے بھی راحت کا تقاضا نہ پاتا ہے
 آنکھوں کی بیکانہ تہی ہے مگر نہ تہا نہ دل بھرتا ہے
 کس بلوں اور کس مددوں سے مری حرومی دل
 حالات پر میرے کے نظروں مجھ سے بہت شرتا ہے
 جب کوئی استی دیتا ہے مجھ کو ابھی جی بھرتا ہے
 آغاز محبت ہی میں نہ مجھ سے نہیں چھڑواتا ہے

آرام سرکنے والا ہے کس شے پر یہ غرہ ہے مجھ کو؟
 کس طرح یہ دل کا رنج ہے؟ بھگون میں کیا نہ کرو؟
 اعلان بھر کو ہوتا ہے یوں سن کی شاہنشاہی کا
 دنیا یہ بدلنے والی ہے؟ کس چیز پر تو اترا تھکے؟
 آنسو میں کہہ رہے ہیں دل ہے کہ وہ بیٹھا جاتا ہے
 گروں پر پھنہراک پرچم مشرق کی طرف ہل رہا ہے

مشکل میں تُوں اپنی فطرت انجام پہنچ رہی ہے
 جو بہت دیر سے تُوں میں سیانہ رونا آتا ہے
 انداز واداسے سے دُنیا تو لاکھ ستورہ کے آگے
 یہ جوش فقیر آزاد کش کب و حسان میں تُوں کو لاتا ہے

اپنشد کا پانچواں

(دو سب میل و سب اس میں)

۱۶۔ دُہ سب نڈل کے اندر رہتا ہے سب کچھ اُسی سے پیدا ہو کر پھر اُسی کی طرف جوڑ کر لے آئے ہیں (نستار حکمران)
 براتا اور پوجیہ دیو کا درشن پا کر سادھک سر اکیٹھے آئیت شانتی (تیکین مطلق) پاتا ہے +
 (شویتا شوتر ۴-۱۱)

(آتما کی جہا کا درشن)

۱۷۔ دُہ نہایت لطیف سے بھی لطیف اور نہایت شے سے بھی بڑا ہے دُہ آتما اس جیسے من کی اچھ میں رہتا ہے
 جس کا وشنو دیا ایک پرتا میں دُہ وشنو اس ہے دُہی آتما کو دیکھتا اور ایشوور کی کول سے شوک (غم) سے
 مکھتہ (خدا) ہو جاتا ہے اور اپنے مقابلے میں آتما کی جہا اور عظمت کو دیکھتا ہے (کٹھ ۲-۲۰)

۱۸۔ میدان اودان کی تفسیرات کا سطر اود عقل و دانست اور عیلم و فضل سے آتما کی اپنی روحانی
 ایزدی ممکن نہیں چکر دُہ آتما خود چرنیشا ہے ہی کو پر ایت ہوتا ہے اور اسی کو ہی اپنا درشن دیتا ہے +
 (ایک سے ایک سدا سکھی)

۱۹۔ دُہ ایک سب پُر حکمران اور سب کی باطنی رُوح رانتر آتما ہے دُہ اپنے ایک ٹپ کو ایک وپوں میں
 کر لے جو گیانی اور شانت چیت لوگ اس کو اپنے آتما میں دیکھتے ہیں اُن کو ہی راجت دوام حاصل ہوتی ہے
 اور دل کو نہیں +
 (کٹھ ۵-۱۲)

(نیتہ بر شانتی دوا می تیکین)

۲۰۔ جو فانی رانیتہ (میں تکی رانیتہ) اور دُہی ہوش رچین میں سب کی ہوش ہے جو ایک لایشا جیسو و
 کسوں کا پھل دیتا ہے جو گیانی اور شانت لوگ اپنے آتما میں اُس کا درشن پاتے ہیں ان کو ہی تیکین حاصل
 ہوتی ہے اور دل کو نہیں +
 (کٹھ ۵-۱۳)

رالات علی کے بغیر سب کام

۲۱۔ اس کے ہاتھ نہیں مگر پھر تاج ہے۔ پاؤں نہیں مگر چاندی ہے۔ آنکھیں نہیں مگر دیکھتا ہے۔ کان نہیں مگر سنتا ہے وہ سب جانتا ہے مگر اس کے جاننے والا کوئی نہیں۔ گیانی لوگ اس کو آدمی (رازی) اور چوہا پُرش رُوحِ عظیم بولتے ہیں +

(امر ہو جانا)

۲۲۔ وہ کان کا کان، من کا من اور بانی کا بانی (کھام کا کھام) پران (زندگی) کا پران اور آنکھ کی آنکھ ہے گیانی لوگ اس کو اس طرح جہان کہہ رہے ہیں جہاں سے سُنے سے سُنتے ہیں تو امر ہو جاتے ہیں یعنی حیات جاوید حاصل کرتے ہیں +

(رکین ۱-۲)

(سویٹش میں پری پورن اور اسپل)

۲۳۔ جس سے کتیرا افضل چھوٹا یا بڑا کوئی نہیں۔ وہ ایک اوست دیو (ذات واحد و علامتی) عالیشان درخت کی مانند قائم اور اچل طور پر چڑھتا ہے۔ یہی پرش سے یہ سب کچھ پورن ہو رہا ہے + (شودیتا شوتر ۳-۹)

(ایک ہی مافر و فاعل)

۲۴۔ اُس کے سوائے اور کئی کرنے والا دیکھنے والا دیکھنا سوچنے والا اور جلنے والا اعلیم نہیں ہے وہ تیرا اپنا آتما (اپنا آپ) استر یا می اوست ہے (رب پلرینک ۳-۴۳۰)

(سب کچھ اُس سے، اُس کے سہا سے، اُس کی طس سے)

۲۵۔ جس کی موجودات کا ظہور ہوتا ہے جس کے سہا سے سب شے کی سہتی ہے۔ اور جس کی طرف رجوع کرتے ہیں وہی ہم ہے۔ اسی کی طلب، وہی کو جانو (میتیر ۱-۱۱) +

(۵ (۵) ۵)

کیوں تجھے توج ہو اسے رہے مانند حباب

کس حل کرے دکھاؤں چستانِ زندگی	غافلوں کو کیا سناؤں داستانِ زندگی
زندگی ہو دم پر غیروں کے جن کی منحصر	کیا نہیں معلوم ہو رازِ نہانِ زندگی
عرش سے ٹوٹا ہوا تارہ نہیں نادان تو	بلکہ تیرے دم سے ہے روشن جہانِ زندگی
دفترِ عالم کو تو سمجھا ہوا ہے بے شبہات	گر گیا ہے تیری نظروں سے جہانِ زندگی
کیوں تجھے توج ہو اسے رہے مانند حباب	تو ہے اس عالم میں بحرِ سکرانِ زندگی
خارِ زائِ کشنِ عالم میں تو وہ پھول ہے	جس کی خوشبو سے معطر کستانِ زندگی

تیری افسردہ مزاجی سے جہاں دلگیر ہے بے خبر کیوں ہوں ماہی لوحِ خوابِ زندگی
کام میں لادہ نہیں وہ قوتِ جنسِ طاق تو عالمِ مردہ میں ہوتی ستمِ نشانِ زندگی
اشکِ غم پیتا ہے کیوں نادانِ تبسمِ نہ ہو
دیکھتا ہے کس لئے خوابِ گراںِ زندگی

کرم یوگ

منش کی صانثا کا مندر

کرم میں منش کا یہ جو ورثہ آتم پرکش ہے۔ انتِ ذاتِ غیرِ محدود کے سامنے جو اس کا یہ غیر متراکم
نویں ہے۔ کون ہے جو گھر کے کھنڈ میں بیٹھ کر اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کا خیال کرے گا؟ سب
منشوں نے بل کر دھوپِ رابرش میں کھڑے ہو کر انسانی عظمت کا بادلوں کو چیرنے والا مندر تیار کیا ہے
کون یہ خیال کرے گا کہ اس عظیم نشانِ مندر سے دور بھاگ کر اور خلوت میں بیٹھ کر اپنے من کے کسی ایک
بھاؤ (جذبے) کا لطف اٹھانا ہی منش کا پرامن کے ساتھ ملاپ ہے اور یہی سادھنا ہی سب سے اعلیٰ قسم
کی ہے۔

وجہ رکتہ

اے اُداس! اپنے ہی بھاؤ کے نشے میں غرق اور چورِ سنیاسی! کیا تم نے نہیں سنا کہ تاریخ کے دور
درز تک پھیلے ہوئے میدان میں انسانی انت کی شاہراہ پر انسانی رُوح اپنے کاموں کی تختہ دی کے رکتہ پر
سوار ہو کر بادل کی گرج کے ساتھ آگے بڑھتی ہوئی اپنے اٹھار کو پھیل رہی ہے۔ اس کے آسمان میں لہانے
والے علم نصرت کے آگے پہاڑوں کے پتھروں نے پھٹ پھٹ کر رستہ چھوڑ دیا ہے۔ اس کے سامنے بنی
جنگلوں کی چھایا کے اندھ چھپی ہوئی سازش نورِ آفتاب کے سامنے کھڑکی مانند دیکھتے دیکھتے ہمیں مدد
ہو گئی ہے۔ دکھ بیماری اور بد نظمی قدم قدم پر چھپے پٹ کر اس کی جگہ خالی کرتے گئے ہیں یہ تھ جہالت
کی روکاؤں پر غالب آتا ہوا انسانی کے اندھیرے کو چھا کر پوسے پھینک دیتا ہے۔ اس کے چاروں طرف
دیکھتے دیکھتے خن و دولتِ بشارت و غیرہ فزونِ نفسیہ سائنس اور مذہب کا عالم مگر راسخ اند لوگ نمودار
ہونے لگے۔ وسیع تاریخ کے شواہد گزار دیکھتے ہیں انسانی رُوح کا یہ جو ہے رکتہ جو زمین کو لرزاتا
ہوا چل رہا ہے کیا تم نے جی کے ساتھ آنکھیں بند کر کے یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس رکتہ کا سار بھی رکتہ بان کوئی

ہیں؟ کیا کوئی اس تھ کو کامیابی کی طرف نشے نہیں جا رہا؟

چلتے چلتے ملاپ

کیا اسی جگہ ہی۔ اسی جہان سکھ دکھ ٹھیکہ بست اور خوشی کے ستے پر ہی رتھ پر سوار ہونے والے گناہی کے ساتھ حقیقی ملاپ نہیں ہوتا؟ رتھ بارہ چلی رہا ہے۔ سون کی کالی رات کا طوفان بھی اس سارے ہی کی سدا بیدار آنکھ کو ڈھانک نہیں سکتا۔ دوسرے سوچ کی شدید روشنی بھی اس کی اعلیٰ نظر کو روک نہیں سکتی۔ روشنی میں اندھیرے میں تھ چلا جا رہا ہے۔ روشنی میں اندھیرے میں رتھ چلتے چلتے ہی رکتے پر رتھی اور سارے ہی کا میل ہو رہا ہے۔ اٹھتے وقت بیٹھتے وقت رتھی اور سارے ہی باہم مل رہے ہیں۔ کیا تم اس بڑی ملاپ سے انکار کر رہے ہو؟ کیا وہ تمہیں یہاں لچا نا چاہتے ہیں؟ ہاں نہیں جانتے تھے؟

کیا اس سبب جھوٹ ہے

کون یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں انسانی تیار کرنے کے میدان سے دور بھاگ کر بیکاری اور بے حرکتی میں ایکلا کر اس کے ساتھ ملوں گا؟ کون یہ کہہ گا کہ یہ اتنا بڑا سمسنا انسان کی دائرہ ترقی پذیر تہذیب اندر باہر کی سب کا ڈول کو دور کر کے لئے اپنی تمام طاقتوں کو فوج کر کے لئے انسان کی دوامی کوشش یہ پر دم دکھ اور پر دم سکھ کی سادھنا سب جھوٹ اور مٹھیا ہے؟ جو لوگ یہ سب کچھ جھوٹ خیال کرتے ہیں۔ ان کے چہرے پر کینے بڑے جھوٹ، غلبہ پارہا ہے، جو شخص اتنے بڑے سنار کو اتنا دھوکا سمجھتا ہے کیا وہ مسیتہ سروپا پیش رو کو مسیتہ شوا کرتا ہے۔ جو اسے بھاگ کر پانا چاہتا ہے۔ وہ کسے کہاں پلے گا ڈور سے گا تو کہاں تک؟

کیا وہ دوڑتا اور تاشونیتا راغدا میں یکدم مٹ جائیگا؟ کبھی نہیں۔ اسے بزدل جو بھاگنا چاہے گا۔ وہ اسے کہیں نہیں پائیگا۔ دیر کے ساتھ کہیں بھی ہیں اس سے مل جائیں۔ بار بار یہی کہتے جاؤ کہ جس طرح ہر ایک دم میں اپنے آپ کو پاتا ہوں۔ اسی طرح مجھ میں جو میرا اصلی اپنا آپ میں سکوتا ہوں کہ میں ہماری جس قدر دکھاؤں۔ بے سرائی۔ جڑا اور بد انتظامی ہے سب ہی اپنی شکتی اور سادھنا سے دور کر کے بنا بھیج کر یہ کہنے کا حق حاصل کرنا ہو گا۔ کہ وہ میں ہی آندھ ہے۔ اسی آندھ میں ہی آندھ سے رہتا ہوں (ہر جہان میں)۔

مشریٹ برہم کیانی

انپشدوں میں برہم کیانیوں میں مشرٹ اور افضل کس کہا گیا ہے؟

اس کو کہہ رہا تھا جس کا آندھ ہے۔ پر پتا میں جس کی کر ٹرا ہے اور جو کیا اور ن رکھ کر تا ہے وہ

برہم گیا یزدی میں سرشیٹ ہے۔ آئندہ تو ہے مگر اس بات میں کڑیا نہیں۔ یہ بات ہونہیں سکتی۔ وہ کہہ رہا
فٹ کریر (بے حرکت) نہیں ہے۔ اسی کڑیا کا نام ہی تو کریم ہے۔ جس کا برہم میں نہ رہتا۔ وہ کریم کے بغیر
کیونکر رہ سکتا ہے؟

وجہ یہ ہے کہ اس کوئی ایسا کام نہ رہی ہو جو کہ جس سے وہ بچیں اور ہم کو آئندہ باہر پر کشان ہو گا
اسی سے جو ہم کو گمانی ہیں وہ اتم دتی تہتے ہیں یعنی پڑتا میں ہی ان کا آئندہ ہوتا ہے اور اسی طرح جنکی
پڑتائیں کر رہا ہے ان کے سب کام پڑتائیں ہی جھتے ہیں۔ ان کا کھیلنا، پہنا نا، کھانا، روزی، سنا دیر کا
کرنا سب کچھ ہی پڑتائے اندر ہوتا ہے۔ وہ کہہ کر ان چہرے ہیں۔ وہ جن پر ہند کا ہر کتہ ہیں اس
کو ظاہر کیے بغیر نہیں دے سکتے۔

حس طرح شاعر کا انداز کی مشاعری میں صیانت کا برسر اس کی خدمت میں ہو رہا ہے کہ ان کے انداز پر کیا
میں گیا فی کا انداز نہ منے ہے تو معلوم کر رہے ہیں اپنے آپ کو ہر فی کام کی شکل میں نظر کرنا چاہتا ہے
طرح برہم گیا فی کا انداز نہ کی کہ تمام چیزیں بٹے کاموں میں بچاؤ، خود بخود فی مرتبہ اور بھلائی کے
ذریعہ منت پر آتا کو کر کے کی کو خوش کر رہا ہے۔

مہتمم کا وارن

برہم بھی تو اپنے اندر کدھی طرح پرانی کسبتیں رکھ

دوہ اپنی کئی طرح کی شکایتوں سے زخمی ہیں ایک چاندنی کی زینہ کا اندرونی ضرورت پر دیکھتے ہیں۔ سب کی اندرونی ضرورت تو وہ آپ ہی ہیں۔ اس لئے وہ اپنی بہت کار طاقتوں کی ہر ذریعہ میں وہ اپنے آپ کو فخر سے دکھانے میں ان کر سکتے ہیں۔ وہ اس لئے کام کرتے ہیں کہ کام کے بغیر وہ اپنے آپ کو بے نہیں سکتے۔ ان کا انداز اپنے آپ کو تیاگ رہا ہے۔ اسی کا نام سرشچی ہے۔

ہماری سہتی بھی ہمیں مبارک ہو تی ہے ہمیں بہت کم کے ساتھ ہمارا میل ہے اپنی بیشمار طاعتوں کو خرچ کر کے ہمیں بھی آبادان کرنا ہو گا۔ وہ اسے اتم و ابدا کہتے ہیں۔ ہر قسم کی باتیں کہ وہ ہمیں آبادان کر سکتے ہیں۔ اس لئے بیشمار شکریہ ہے جو ہماری عز و شہادت کو پورا کر رہے ہیں۔ ان سے ہی رشتی پرارتھن کرتے ہیں کہ

وہ ہماری بہت بڑی ضرورت پوری کیسے کیسے ہیں شبہ بھٹی (عقل مبارک) دان کریں۔ حرف
ہی بات سے کام نہیں چلتا کہ وہ اپنی ہتھیار طاقتوں سے ذریعے ہماری ضروریات کو پورا کرتے ہیں یہ
شبہ بھٹی رپٹ ہونے پر ہم بھی ان کے ساتھ کام کرنے کے لئے کھڑے ہوتے پھر ان کے ساتھ

ہمارے لوگ کمپورن ہو جائیں گے یہ بھی ہوتا ہے جس کی غرض ہماری اندرونی غرض ہو جاتی ہے جس بد بھی سے کئی کے کام میں اپنی طاقتوں کو خرچ کرنے سے خوشی ہوتی ہے۔ جب ہم اس شے بد بھی سے کام کرتے ہیں تب ہمارے کام باقی رہتے ہوئے بھی شین کی طرح جبری نہیں رہتے۔ آتما کی تپتی کے ہوتے ہیں اپنی ضرورت پورا کرنے کے لئے نہیں بلکہ ہمارے کام تمام لوگوں کی اذیت و اذیت نقل یا مروجہ رواج کی تہذیب پر دی نہیں ہوتے۔ جب جس طرح ہم جگت کے تمام کرم برہم سے آویج ہو کر برہم میں ہی اگر سمپت ہوتے ہیں۔ یہی طرح ہمارے کرموں میں بھی وہی شرف میں اور وہی انجام میں نظر آئیں گے۔ تب ہمارے سب کام شانت سے کیا جائیں اور اندر سے ہو جائیں گے۔

نوٹ :- کرم یوگ کا مطلب یہ ہے کہ بجائے ایشور کی خوشامد کرنے کے نہایت مردانگی اور سرگرمی سے وہ تمام خلائق ادا کرے جو کہ بطور انسان کے اس کے سپر کئے گئے ہیں۔ ایسا کرنا اور نئی خلائق کی ادائیگی میں ہی ایشور کو پالیکا۔ وہ لوگ جو کہ کام کاج کچھ نہیں کرتے اور محض ایشور کی خوشامد میں ہی سب کام پورے کرنا چاہتے ہیں وہ ایشور سے دور ہیں بلکہ لیکن خوشامدی نوکر کی نسبت بھت سے کام کرنے والا تو کہ چاہے وہ خوشامد نہیں کرتا۔ بلکہ زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ اس لئے ایشور کی برکت اور مدد خلائق کی ادائیگی اور بھت میں ہی شامل ہوتی ہے۔ نئے اور بیکار ٹھیکہ اپنے خلائق دینی ترک کر کے محض اپنے ایشور سے بہت دور رہتے ہیں۔ اول اپنے خلائق انسانی ادا کرو۔ پھر ایشور کی یاد بھی کرو۔ تو آپ بغیر لوگ کرے ایشور کو پالو گے۔ یہی کرم یوگ کا فلسفہ ہے۔ اگر بھارت باسی اس اند کو سمجھ جائیں تو آج تمام دکھ درد دور ہو سکتے ہیں۔ غیر ملکی کرم یوگ کے حامل بن رہے ہیں اس لئے بھگوان ان کے ساتھ ہیں جب ہم کرم یوگ پر عمل کریں گے تو بھگوان کی مدد فوراً ہمارے شامل ہال ہو جائیگی اس مضمون کو کئی بار پڑھیں کیونکہ اس میں انسان کی بھانت ہے۔

یوگ سادھن

گیان

گیان کیا ہے اور کس بات میں ہے؟ ہمیں گیان اور اس کے دھنوں میں تمیز کرنی چاہئے اور دھنوں

میں بھی آلات زینتوں، اور ان کے اعمال کے درمیان بھی امتیاز کرنا چاہئے۔

چشمہ عمل اندر ہے

گیان کے معنی ہیں لگا ہوا۔ جاننا کسی دست کو اپنے چیتہ میں کسی شے کو اپنے دھک میں لانا۔ لیکن یہ ہے کہ یہ چیزیں کہاں سے ہماری چیتنا و دھک میں آتی ہیں۔ اہل مغرب جواب دینگے باہر سے لیکن ہمارا یہ جواب ہے کہ اندر سے۔ خود دھک (چیتنا) اسے ہی یہ چیزیں اظہار ہو رہی ہیں۔ ہر قسم کے گیان میں چیتنا ہی کسی ایسی شے پر عمل کرتی ہے جو خود چیتنا کے اندر موجود ہے۔

ترتیب ظہور

سب پہلے ہر ایک شے جو ہم جانتے ہیں ہم پر ہم یعنی ہماری ناقابل تقسیم اور عالم گیر روحانی ہستی کے اندر موجود رہتی ہے مگر وہ ان ظہور کی بجائے حالت اخفا میں رہتی ہے اس کے بعد خاص چیت میں آتی ہے جہاں تمام چیزیں شکل، نام و صفت کے تصورات کے طور پر جنم لیتی ہیں۔ بعد ازاں وہی شے کارن یا ہمت میں جو چیتنا کی علتی، ذہنی اور مزاجی حالت ہے نام شکل اور صفت اختیار کرتی ہے۔ اس سے آگے چل کر وہی شے سوکشم میں جو چیتنا کی لطیف ذہنی اور نیکدار حالت ہے اگر تبدیلی اور ترقی کے قابل ہوتی ہے اس سے بھی ایک درجہ آگے بڑھ کر وہی شے سہول میں جو چیتنا کی ذہنی اور ارتقائی حالت ہے واقعی طور پر تبدیلی اور ترقی پاتی ہے۔

کارن میں کوئی ترقی یا وکاش نہیں۔ وہاں کبھی کچھ نہیں بدلتا۔ سب کچھ ابدی ہے۔ کارن ہی سیم رحتی ہے۔ سوکشم میں تبدیلی کیلئے تیاری ہوتی ہے۔ یہ تخلیقات سے پر اور غیر حقیقی ہے۔ اسی لئے یہ سوچنا خواب ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ واقعی طور پر چھوٹا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ یہ کارن یا سہول پر فی الفور عمل نہیں کر سکتا۔ سہول میں سب کچھ وکاش پاتا ہے۔ یہ جو ذہنی طور پر سیم رحتی ہے۔ یہ پہلے سیم کو اذیت دینے والی ہے۔ اسی ہی موت یا بڑبڑی کہتے ہیں۔ اور نئے ارتکب کو نئے سیم میں بدلتا ہے اسی کا نام تبدیلی ہے۔ کارن میں تبدیلی اور موت کچھ نہیں۔ وہاں سب کچھ سدا موجود ہے۔ صرف نوع سے نوع اور جنس سے جنس کی طرف تبدیلی ہوتی ہے۔

سائنس فلسفہ اور یوں

اس لئے جانتے کے معنی ان تینوں حالتوں میں سے کسی ایک یا سب میں کسی شے سے آگاہ ہونا ہے۔ سہول کا گیان سائنس ہے۔ سوکشم کے گیان کو فلسفہ، مذہب اور علم باوجود طبیعات کہتے ہیں۔ کارن کا گیان وہ کہلاتا ہے۔ انسان سہول کو یوں اور جو اس کی مدد سے اور سوکشم کو قوت استعمال یا عقل ملیم کی

دوسرے جانتا ہے۔ اور وہ کارن کو گیان یا آتم انو بھو کر شرف و حافی سے جانتا ہے +

سائنس اور گیان کا فرق

اس واسطے پتہ کن گیان میں تین عمل موجود سمجھتے ہیں :-

(۱) بیڑنی علم یا تجربہ +

(۲) اس شے سے تعلق اپنی سمجھ بوجھ کو عقلی طور پر بیان کرنا +

(۳) اندرونی یا روحانی علم +

سائنس دان تلے سے شروع کر کے چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوگی چوٹی سے شروع کر کے اپنے علم کے ثبوت کامل کیلئے نیچے کی طرف اترتا ہے۔ ثم سائنس دان نہیں ہو۔ بلکہ سادھک (ساک) ہو۔ اسلئے مہاتما نے گیان کے معنی میں پہلے ایک شے کو اندرونی علم رکھا اور اسے جانتا۔ پھر اس کے متعلق سوچکر اور اسے معنی اور لفظ سے کر کے خیال کی شکل میں لانا۔ اور بعد ازاں اپنے اندرونی تجربے کا بیڑنی یا مادی علم کے ذریعے کا استحقاق کرنا +

وشے گیان

مثلاً آتم ایک آدمی سمجھتے ہیں۔ ثم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ کون ہے۔ کیا سوچتا ہے۔ کیا کرتا ہے۔ سائنس یا مادی پرست آدمی ان باتوں کو جاننے کے لئے اس آدمی پر نظر پھیر کر یہ دیکھتا ہے کہ وہ کس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ اس کی تقریر اور چہرے سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے اعمال کیا ہیں۔ اور وہ کن لوگوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے +

یہ سب شے گیان (رواجی تجربہ) ہے۔ پھر اس تجربے سے قیاس کرتا ہے کہ جب وہ ایسی باتیں کرتا ہے تو عقل بھی اسی طرح ہوگا۔ اس کا چہرہ اور چال چلن بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس طرح وہ قیاسات اور آثار بنتا ہے۔ اگر وہ اس طریق پر سب باتیں معلوم کر سکے تو اپنے خیال اور باداشت سے کام لیتا ہے۔ پھر اپنے لوگوں کے ذریعے نفسانی زندگی کے متعلق اس تجربے سے مدد لیتا ہے۔ جو ذاتی مشاہدے بمطابق کوکتب یا خند سے حاصل کر چکا ہے +

غرض وہ سوس کرتا ہے۔ مشاہدہ کرتا ہے۔ اختلاف اور مشابہت ذریعے سے مقابلہ کرتا ہے۔ قیاس و پڑانا ہے۔ نتائج نکالتا ہے۔ حیاتی جوڑ توڑ کرتا ہے۔ اور حلقے سے کام لیتا ہے۔ اور ان اعلان کے جو بھی نتیجہ کو دلیل علم اور حقیقت کا نام دیتا ہے۔ اس طریق پر وہ اصل میں قیاس غالب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے اس بات کا قطعی طور پر یقین کرنا ناممکن ہے کہ اس کے نتائج یا اس کے خیالات واقعی طور پر صحیح

ہیں سوائے اس واقعے کے جو چکھنے، چھونے، سونگھنے، بھننے اور دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ان احساسات کے سوائے ہر ایک شے میں مادہ پرست آدمی شک کرتا ہے۔ اس کیلئے صرف ہی بات صحیح ہے جو حواس سے محسوس کرتا ہے یا اس کے احساسات کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔

یوگی کا گیان

یوگی کیا کرتا ہے وہ صرف اپنے آپ کو بذات خود شے کے قوت میں رکھ دیتا ہے۔ اس کی شکل نام و صفت کے قوت میں نہیں بلکہ اس شے کی اپنی ذات کے قوت میں۔ خواہ اس نے اس شے کی کبھی شکل دیکھی ہو کبھی اس کا نام سنا۔ یا اس کی صفت کا تجربہ حاصل ہو۔ پھر بھی وہ اس شے کو جان سکتا ہے وجہ یہ ہے کہ وہ بذات خود شے ہے۔ اور اس کے اندر یعنی نفس کے اندر جہاں کارن کے اندر موجود اور اس کے ساتھ ایک ہے۔ وہاں ہر شے آتما سے مل رہی ہے۔ اور آتما کے ساتھ اس طرح کلی طور پر ایک ہے کہ صفت اس کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے میں اس کے متعلق سب کچھ جان سکتا ہوں کوئی کوئی یوگی اس رجب پر سختی ہے لیکن میں کارن میں ہی اپنے آپ کو اس شے کے قوت میں کہ کبھاؤں اسے اس کو جان سکتا ہوں میں اپنے آپ کو اپنی روح کو اس شخص یا اس شے کی روح کے ساتھ جبر ملتا ہو مطلوب ہے رکھ دیتا ہوں۔ میرے اندر کی پر گیا اس شے کی اندرونی پر گیا کے ساتھ ایک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر طرف ساکن ہونے اور ہر بھی میں اس کی طرف تکتے سے۔ اگر میری ہڈی کبھی چوڑے اگر میرا من شانت ہے تو اس کے متعلق بھانویں روحانی یا باطنی تجربے سے یہ سچا ہے معلوم کر لیتا ہوں

باطنی علم کو خیالی جامہ پہنانا

پھر جس شے میں نے یوگ کا علم حاصل کیا ہے اس کو واضح اور مشخص بنانے کے لئے اس کو ذہن کے سامنے عقلی طور پر بیان کرنا ہوں یعنی اس کے متعلق سوچنا ہوں۔ یوگ کے ذریعے تصورات ایک ظہور پذیر (واقعہ) حالت میں حاصل کئے ہیں اب ہر بطنی جامہ پہن کر خاص معنی (ارتقاء) اختیار کرتے ہیں اسی کا نام خیال ہے اکثر لوگ دھندلے طریقے پر سوچا کرتے ہیں اندام کامل الفاظ اور جرموں کے ذریعے اپنے خیال کو دھندلے پن سے ظاہر کرتے ہیں سکتا ہے کہ وہ ایک شے کو سوچے بغیر جانتا ہو۔ مگر جب وہ سوچتا ہے تو روشن و اکمل طور پر سوچتا ہے۔

یوگی اور یکتی

یوگی کو جب بھی ضرورت ہوتی ہے اپنی قوت استدلال کا استعمال کرتا ہے۔ مگر سائنسدان کی طرح نہیں وہ اپنی ادیش شکتی کسی شے کو دیکھ کر اسے خیالی شکل دیتا ہے۔ پریشکیش گیان اسے ارتقاء (معنی) ایشور پریناؤن (لفظ) اور سچ گیان سچ نتیجہ بتاتے ہیں۔ وہ یوگی سے غلطی سے محفوظ رکھتا ہے۔ اگر یوگی

وہیل بازی سے یہ کام لینا چاہیے تو یہ گمان اسے صحیح دلائل سے کیا کہ یہ منطقی آدمی کی طرح اسے ایک مقدمے
دوسرے مقدمے کی طرح جاننے کی نیک نیت نہیں دکھائی پڑتی +

باطنی علم اور بیرونی تجربہ کی مضبوطی

آخر کار یوں کہ اپنے انتر گمان کو خارجی دنیا کے واقعات کے ساتھ ملا کر دیکھتا ہے۔ وہ صرف ایک شخص
پر نظر کرتا ہے یا اس کا تصور جانتے سے اس کے متعلق سب سے بڑی معلومات کے اس کی خیالی شکل سے چکا ہے اب اس
آدمی کے عمل و فکر و دیگر کے ساتھ اس خیال کا مقابلہ کر کے دیکھتا ہے۔ سچائی کا امتحان کرنے کے لئے نہیں
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر آدمی کے عمل و فکر وغیرہ اس کے حرف و رویہ پر نظر کرتے ہیں اور محقق کو غلطی میں
ڈالتے ہیں بلکہ وہ صرف یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ جو سیدھے اس کا راز میں دیکھا ہے۔ وہ سبھول میں کسی طرح ظاہر
رہے۔ انسان کی بیرونی زندگی پر مبنی مکمل اعتبار کرتا ہے جہاں تک کہ وہ اس گہری سچائی کے مطابق ہے۔ جو
اس کے لوگ و دارا معلوم کی ہے +

ہماری شکل اور اس سے بچنے کی تدبیر

اب تم نے یوں کی اور اس میں دل کے مریبان بے انداز فرق دیکھ لیا۔ شکل صرف یہ ہے کہ تم نے جو اس اور
قوت استدلال کے ادبی ہو کر اپنی اعلیٰ طاقتوں کو ان کے تحت بلکہ ان سے خارج کر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ
مہتمماری اعلیٰ طاقتیں اب کام نہیں کر سکتیں +

اگر تم پہلے ہی بھلاؤ اور تم گمان سے شروع کرتے تو کیا ہی سان بات تھی اب بھی یہ بات ہو کر ہے گی۔ لیکن
پہلے تمہیں ادنیٰ عقل من اور اندریوں سے آزاد ہو کر اپنی اعلیٰ طاقتوں کو جگا چلائے۔ تب وہ مہتمم سے لئے
دیکھنے۔ سننے اور سوچنے کا کام کرنے لگیں گی +

پہلے اپنے سننے کا دل کو ٹھیک کر دو اور جو کچھ میں کہتا ہوں اور کہوں گا۔ اس کو عقلی طور پر اچھی طرح
سمجھ لو پھر قوت ارادی کے استعمال سے استدلال بخیل حافظے خیال اور احساس کو اس قدر سادہ کن اور
شانت کر دو کہ اعلیٰ عقل اپنے آپ کو ان ادنیٰ طاقتوں سے جدا اور مختلف جان سکے۔ جو ان اعلیٰ طاقتیں اپنے
آپ ادنیٰ طاقتوں سے جدا ہو کر اپنے عمل میں ترقی کرتی جائیں گی۔ تو ان ادنیٰ طاقتیں جن کا پہلے ہی زور ہو چکا
ہے۔ اپنے عمل میں لگا کر زور مونی جائیں گی اور انجام کار میں کچھ ذوق نہ کریں گی +

ایسے پہلے اچھا سادگی کا استعمال کرو۔ یہ سکتی گمان جگا لگی۔ پہلے کالی (قوت ارادی) اور پھر سویرے
(معرفت) اب میں مختلف طاقتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کروں گا +

ایام طفلی

ہائے وہ ایام طفلی ہائے وہ وقتِ قرا
 ہائے وہ کن پال تھا عصیاں سے جیسا پناہ جو
 ہائے وہ دن جب کوئی دل ہم سے آرزو نہ تھا
 دیکھتے تھے شوق سے نظارہ ارض و سما
 نیک بد سے کچھ زیادہ کے یہ تھی اصلاحِ خبر
 ہر حکمِ سالانہ کی پی عیاں تھا بسیر
 بھانہ ہر دی میں اپنے کچھ بناوٹ کا لگاؤ
 کچھ تفرستے تھا مطلب سے تکر سے تھا لوث
 گو کہ تھے موعودِ بہشتی کی تھی اپنے خبر
 دوست اور دشمن میں کرتے تھے نہ مطلق اقتبا
 خض تھا اپنے بزرگوں کے طریقہ پر عملی
 بخش دیتے تھے خطائیں بھولتے تھے غفیل
 نقش تھا گویا ہائے دل پہ انجامِ عز و
 دور ہم سے کہتی تھی تاریکی کذب و روع
 ہم میں جو اطوار تھے وہ سب سب دلغوب
 کس قدر اہل زمانہ ہم کو کہتے تھے عزیز
 تھی خود آرائی کی بونے خود ستائی کی ہوس
 گو طبیعت اپنی تھی لاریب محتاج مدد
 شکوہ حق تھا زبان پر نہ بلکہ تقدیر کا
 ماٹل نیکی ہیں کھتی تھی تو فیقِ بہاں
 کس قناعت سے بسر کرتی تھی اپنی زندگی
 پاک و سچے پیار سے ل کے فقط ہم نشا و تھے

ہائے وہ عہدِ توفیقِ ہائے وہ دل و نہا
 جب علی تھی ہم میں ہنسکشانِ ست کر دکا
 حرفِ آنا تھا زبان پر اپنے جو وہ خوشگوار
 یونہی ہم کرتے تھے جہ صنعت پر درگا
 سادگی اپنی روش تھی رستی اپنا سجا
 کوئی شے نزدیک اپنے تھی نہ اصلاحِ بے قا
 اشک تھی اپنی نہ برساتی تھی چشمِ اسدِ با
 چاہتا تھا جو ہیں ہم بھی اُسے کرتے تھے سنا
 قلب میں یکسر بھری تھی لغتِ خلک و غبا
 اک جگہ پاتے تھے اپنی آنکھ میں اعدا و یا
 خود سری سریش تھی دل کو نہ تھا کچھ خفا
 تھی نہ کہینہ سے غرض نے بغض تھا اپنا سجا
 اسلئے جلتے نہ تھے آگ سے بڑے ستانہ وا
 اپنی باتوں میں چمکتی تھی شمعِ اعلیٰ
 ہم میں جو انداز تھے وہ تھے ہم تنِ غم گستا
 اپنی جاہر میں تھی ہم میں تھا برا کرا
 قدرتی جوش تھی وہ تھی صاف ہم میں دکا
 پھر بھی اپنا کام خود کرنے میں ہم کو نہ عار
 کاٹتے تھے صبر سے ہنس میں در و بشمار
 جانتے تھے آپ معنی حیاتِ مستعار
 غم نہ دیتی تھی خزانِ احسن لاتی تھی بہار
 تھا عشقِ بیت نہ تھی کچھ حسرتِ بوس و ناز

تاڑ جاتے تھے نگاہ شفقتہ نظرِ خشم
گو لہجہ لیتا تھا اکثر ہم کو حسن و لغزب
ہائے ناحق تھیں یوں ہر دم میں فکر و دہر
روز بنتے تھے رستیاں شہرِ آسمان
کچھ خبر رکھتے تھے اس دورِ ترجم میں نہ ہائے
وہ بھی اک دن تھا کہ تھے تسکین و خستہ دلا
آہ لائے یام طفلی آہ دورِ انتعاش
آہ کے عہدِ فراغت آہ اے وقتِ نشاۃ

پر زنگاہ ناز ہوتی تھی کلیجہ کے نہ پار
پر وہ تھی خاموش تو صیفِ خدائے کو گار
مرفض تھا اس طرح جی کو نہ اپنے انتشار
ہائے یوں منہ سے نکلتی تھی نہ آہ شعلہ یا
ہم بھی ہونگے ایک دن نچر جو رہ و زگار
ہائے اب وہ دن ہے خود ہی تو ہے میں لنگار
آہ نے نفسِ فریب سہتی نا پاؤں دار
یاد کرتی ہے تجھے زور و کسے اپنی جان دار

ستحشہ شور زانہ ہے جہاں کا انقلاب
کاش آج تھے ہی دن پھر پھر اگر ایک

دل کا جسم پر اثر

خوش ہو کوئی نشہ استعمال نہ کر دو اور پوری طرح آرام کرو۔ پھر دروازہ ڈاکٹر کے لئے بند کر دو۔ یعنی اگر
ان تینوں پر عمل کر گئے تو کسی بیماری کے لئے ڈاکٹر بلانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔
من کا خیال کرو۔ قوی کا اثر بدنی صحت پر بہت کچھ پڑا کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ
جب آدمی بیمار ہوتا ہے۔ تو دل ہر وقت پڑمڑا اور ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب دل کو کسی بچ و غم کا صدمہ
سپنچا ہے۔ تو جسم بھی طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ بدنی تکلیف سے ہوتے آوی گزشت
ہونا ممکنات سے ہے یعنی ممکن ہے کہ ایک آدمی ہر طرح سے خوش و خرم ہو لیکن اس کے پاؤں پر غم
ناسور ہو۔ یا خارش و اذیتوں پر ہو لیکن کبھی ممکن نہیں کہ جس شخص کے دل کو صدمہ سپنچا ہو۔ وہ آرام سے
ہو۔ اور دل کا صدمہ اکثر کوئی نہ کوئی بیماری ضرور پیدا کرتا ہے۔ مثلاً دل کے غم اور تفکرات سے سوز
جنون اور ضعفِ بصارت کے امراض اکثر پیدا ہو جاتے ہیں۔

عقصد سے صلی طاقت جاتی رہتی ہے۔ اگر اپنی صحت درست رکھنی ہو۔ تو غصہ پر
ضرور قابو رکھو غصہ اور جذبات کسی بڑی خبر یا کسانے لائے الفاظ کے سننے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً
کسی عزیز کے متعلق کوئی بضر یا کسی دینی بزرگ کی شان میں گالی۔ تمام حکیم اس بات پر متفق ہیں کہ

غصہ کے سبب اعصاب بے راغ اور باضمہ خراب ہو جاتا ہے اور دل اپنے فعل سے قریب ہٹ جاتا ہے۔ غصہ خطرناک ہے زیادہ غصہ کے سبب چونکہ دل کی حالت خراب اور داغ پریشان ہو جاتا ہے۔ اسلئے اکثر حقیقت عقل اور حسوں کے امراض ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ آدمی یکایک مر جاتا ہے۔

دل اور باضمہ کا تعلق جب طبیعت خوش رہتی ہے تو غذا جو ہر قسم ہو جاتی ہے۔ اور بدن کو پوری پوری غذا پہنچتی ہے لیکن جب لیرج اور طالی ہو جائے۔ تو کھائی ہوئی غذا بالکل ضائع ہو جاتی ہے اور بدن کو کوئی غذا نہیں پہنچتی۔

خوش طبعی عمر دوا ہے۔ زندگی کو بڑھانے کے لئے دل کا خوش رکھنا بڑا ضروری ہے۔ ایک ما کا قول ہے کہ جب آدمی ہنستا ہے تو اس کی زندگی کا کچھ حصہ بڑھ جاتا ہے اور جب وہ غم کرتا اور غصہ ہوتا ہے تو دلوں کا مغز تک سر جاتا ہے ہنسی خوشی سے صحت کو وہ فائدہ پہنچاتا ہے کہ دواؤں کے لئے جسے گدھے سے نہیں پہنچتا۔ اسلئے جو شخص بفرگہ رہتا ہے وہ بہت مڑا ہو جاتا ہے۔ جو شخص خوش طبع دوستوں میں رہ کر ہنسی خوشی میں وقت کاٹتا اور عمدہ نظائے رکھتا ہے وہ اپنے گھر مال غائب اور اطفال سے خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔ اسکی صحت اس شخص سے زیادہ اچھی رہتی ہے جو محض فرزند کرچہ پڑتا ہے۔ جب آدمی کو ہنسی آتی ہے تو دوران خون اور قوت باضمہ معدہ میں ترقی ہوتی ہے اور ہر ایک عضو کی عملی طاقت بڑھتی ہے۔

ہنسی مذاق طبی اصول پر مبنی ہے۔ ایک من ڈاکٹر کا بیان ہے کہ دعوت کی مجلسوں میں قدیم زمانہ میں جو مذاق کرنے اور ہنسانے والے آدمی ہوا کرتے تھے۔ اور بادشاہی درباروں میں جو منحرف بڑی بڑی تختوں میں پایا کرتے تھے۔ یہ سب ایں طبی اصول سے عین مطابقت میں ہیں۔ کیونکہ کھانا کھا چکے کے بعد ہنسی اور دل لگی باضمہ کو قوت دیتی ہے۔ اور غذا پوری طرح ہضم ہو کر صلیج خون پیدا ہوتا ہے۔

فسکر موت کے اسباب میں سے ایک ہے۔ دل کو ہر وقت بخیرہ اور گلین رکھنا بہت امراض کا باعث اور نگہانی موت کا ذریعہ ہے۔ اسلئے عقل مند لوگ فکر اس نہیں کرتے جیسے ہیں کہ دل کو ہر طرح تسلی دیتے ہیں کہ جو گزر گیا وہ ہاتھ نہیں آسکتا۔ اس کا رنج کرنا عجب شے ہے جو کہنے والا ہے اسکی امید نہیں خدا جانے موت فرصت دے یا نہ دے جو موجود ہے صرف اسی کی کوشش کرنی چاہئے۔

سخت کام سے آدمی ہلاک نہیں ہوتا صبر و صبر اور فکر سے ہلاک ہوتا ہے۔ محنت زندگی کا ناک ہے۔ اس سے گھبرانا نہیں چاہئے جو چیز ہستال میں رہتی ہے اس پر زنگ نہیں لگتا۔ ہنسی اور کالی زندگی کا رنگ ہے جو محنتی آدمی پر نہیں لگتا۔ البتہ فکر اور رنج جدی ہلاک کر دیتا ہے جسکی

وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ رنج اور فک کے سبب دماغ کے غشاؤں میں جو جلی کے بہت سے پشے ہر وقت ٹوٹتے رہتے ہیں۔ جو پھر ٹھیکہ اور درست نہیں ہوتے۔ اور یہ کامست بریدہ رفتہ رفتہ دماغ کو خراب کر دیتی ہے جسکی وجہ سے باقی تمام اعضا مستحکم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دماغ ہی سب کا سر ہے۔ پس اس طرح پر کوئی نہ کوئی سخت بیماری پیدا ہو کر موت کا سبب بن جاتی ہے۔

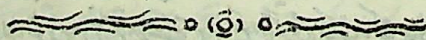
مطالہ لعمہ کا نیک اثر شخصیت پر جن مطالعہ سے طبیعت خوش رہے۔ وہ مطالعہ صحت کا نام لکھنے اور زندگی کو بڑھانے میں بڑی مدد دیتا ہے۔ دیکھنا گمراہ ہے کہ علم کے دن میں توں تک کھانے کی پڑا نہیں ہوتی۔ پچاس سال سے زیادہ عمر کا آدمی بخوبی مطالعہ کر سکتا ہے اور پھر رائج دس گھنٹے اپنے گھر کے کاموں کے لئے بقیہ دے سکتے ہیں۔ اگر ایسے تندرست سونا اور عمدہ غذا کھانا چاہتے۔

مطالہ لعمہ کی مقدار ایک آدمی چھ گھنٹے تک بخوبی مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ باعث دماغی نقصان ہے۔ جو مطالعہ علم حد سے زیادہ محنت کرتے ہیں۔ ان کے اعضا مست قوی کر دیا دیکھو پیدا پڑ جاتا ہے اور وہ بہت جلد مرضِ دماغ اور جنف جگہ میں مبتلا ہو کر مر جاتے ہیں۔

صبح کی عبادت صحت کیلئے بڑی مفید ہے۔ ایک بڑے ڈاکٹر کا مقولہ ہے۔ کہ دل کی تسکین اور آرام سے بڑھ کر صحت کا کوئی دوا نہیں۔ اور چونکہ علی الصباح کی عبادت سے دل کو بڑا اطمینان پہنچتا ہے۔ اسلئے صبح کی پڑ جائی صحت قائم رکھنے اور زندگی کو بڑھانے کا ایک ایسا دوا ہے۔

دل اور جسم کا خفیہ تعلق۔ حکماء نے دل کو منبع حیات قرار دیا ہے۔ کل اعضا سے پہلے اسی میں جان پڑتی ہے۔ اور کل اعضا کے بعد یہی بند ہوتا ہے۔ تب ثبات آتی ہے۔ یہی خون پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور خون تمام جسم کے لئے جان اور زندگی کا کام دیتا ہے۔ پس اس دل کا تعلق من سے بہت ہی گہرا ہے۔ اگر من میں جی خوش ہوتا ہے۔ تو دل شگفتہ رہتا ہے اور اپنا کام بڑی خوشی سے کرتا ہے۔ اور اگر جی رنجیدہ ہوتا ہے تو دل گھٹ جاتا ہے۔ اور اپنا اصل کم کر دیتا ہے۔ پس دل کی مطابقت سے کل اعضا جسمانی دکھ یا سکاہ میں شریک بن جاتے ہیں۔ اسلئے دل آزاد ہی صحت گناہ ہے۔ کیونکہ اس تمام جسم کو صدمہ پہنچتا ہے۔

دل کو خوش کرنے والی باتیں۔ خوبصورتی۔ خوش آوازی۔ رنگ خوش اخلاقی منہسی دل لگی۔ عمدہ نظارہ۔ خوشبو۔ خوشخبری۔ قہقہ کی ہوا۔ باؤ نسیم۔ یہ سب تیرا دل کو خوش کرنے والی ہیں۔



درخواست کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت ملے گی۔

آج رخصت ہو گیا دینا سے ایمانِ قفس

پائے وحشت کیلئے ہے تنگ سدا قفس
سخت جانی کی ہزاروں سخت کڑیاں توڑ کر
سُن لیا ہے جب آزادی کی یہ مہتد ہے
ہے خفا گچیں لگ صیاد بھی ہے تاک میں
مونس غم آہ اس کا سُننے والا بھی نہیں
خواب میں تصویر آزادی نظر آئی کہیں
ہے کوئی تدبیر ایسی جاں بچے صیاد سے
لوٹ کر پھر اسمیں آئینہ کی ٹہٹ امید ہے
آب و دانہ کی ہوس شوق غزنی خانی کلیم
دل میں پیدا ہو ہے ہیں اپنے سامانِ قفس

سچی بہادری

وہ شخص جو جرات کے ساتھ خطرہ کا مقابلہ کرتا ہے بہادری کہلاتا ہے کسی نیک عاقل پیش نظر حکمر
جرات سے ناگہانی آفت کا سامنا کرنا بہت ٹھیک ہے۔ مثلاً کسی محنتور کو موت یا ضربے کا کسی
یا چورے اپنے مال و اسباب یا جانوں کو نقصان پہنچنے سے محفوظ کرنا اور اپنے وطن اور ملک کی دشمنوں سے
دستبرد سے اور حملوں سے حفاظت کرنا وغیرہ وغیرہ مگر کسی بڈری اور سیہ کاری میں جرات دکھانا کوئی
بہادری کا کام نہیں +

کوئی ڈاکو زور آور ہو سکتا ہے۔ ایک کم کمری دوسری قوم پر بعض اسکی آزادی کو نقصان پہنچانے کی خاطر
دلیری سے حملہ آور ہو سکتی ہے۔ مگر ان محسبات میں زور آزمائی بہادری نہیں کہتی جاسکتی +
فوجی کمانڈر کو اکثر بلا استحقاق ذاتی بہادری کہنے لگتے ہیں۔ درحالیکہ وہ اس پاک اعزاز کے حقیقی
ستحق نہیں تھے وہ اپنی لڑائیوں میں فاتح ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ نیک پاک عاقل کی خاطر دھرم کو
نظر رکھ کر جنگ آنا نہیں چاہتے تو وہ سچے بہادری نہیں +

قدیم ہندوستان کے جہاز اور جہاز رانی

ہندوستان کی صنعتی ترقی کے راستے میں یہ ایک بہت بڑی مشکل حاصل ہے کہ اس ملک میں جہاز سازی اور جہاز رانی کا فن قریب بہ معدوم ہو چکا ہے۔ بجا ایک یہ ایسا انگ ہے جسے کسی جہاز رانی کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ ہندوستان کی بحری تجارت متواتر بڑھتی چلی جا رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر ملکی جہاز رانی پر ہمارا دار و مدار روز افزون ترقی پر ہے۔ اور اس کے لئے بالواسطہ میں ۵ کروڑ روپیہ سالانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

ہماری تجارتی تعلقات صرف برعظم ایشیائے ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر حصہ سے قائم ہیں۔ ہماری تجارت ایک فن کوپ رائف نیک اور دوسرے طرف آسٹریلیا اور امریکہ سے ہوتی ہے اس تجارت کی مجموعی مقدار کم و بیش ۲۴۴ کروڑ روپیہ ہے جس میں ۱۸ کروڑ کی درآمد اور ۸۶ کروڑ کی برآمد ہے۔ ہماری یہ سیاحتی تجارت صرف غیر ملکی جہاز رانی کے زمرہ میں ہے جس سے جہاز رانہ کے استعمال کیلئے حساب بننا کرایہ سے بچتیں باری ساحلی اور بندرگاہی تجارت کی تعلق جو روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس مجموعی مقدار ۲۴۴ کروڑ روپیہ سے کم نہیں لیکن اس میں بھی آزاد تجارت کی پالیسی سے کام لیا جا رہا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کی طرح یہ تجارت صرف قومی جہازوں کیلئے موقوف نہیں بلکہ دنیا بھر کے جہازوں میں حصہ سے سکتے ہیں۔ بہر طرح اس تجارت کا ۸۵ فیصدی حصہ ممالک غیر کے جہازوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ اور صرف ۱۵ فیصدی ملک کے لئے بچتا ہے۔

مسافروں کی آمد و رفت کا کاروبار بھی بالکل غیر ملکی جہاز رانوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے مسلمان زائرین جو مکہ معظمہ اور دوسرے مقدس مقامات کو جاتے ہیں۔ ہمارے تارک لوطین ہندوستانی جن کی تعداد بالواسطہ پچیس ہزار سالانہ ہوتی ہے اور ان کا اسباب جس پر ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ بطور کرایہ کے صرف ہوتا ہے۔ ان سب کی آمد و رفت کا ذریعہ صرف غیر ملکی جہازات ہیں حتیٰ کہ ولایتی ڈاک لانے اور دے جانے کیلئے بھی کوئی ہندوستانی انگوٹ کمپنی نہیں جو محکمہ ڈاک سے ۷۷ لاکھ روپیہ کی سالانہ رقم حاصل کر سکے۔ جو ڈاک کے انتظام کے متعلق ابکل ایک غیر ملکی کمپنی کے ہاتھوں میں جاتی ہے۔ اس بارے میں ہم جس قدر دوسروں کے محتاج ہیں۔ اس کا اندازہ کسی قدر اس بات ہو سکتا ہے کہ بحری تجارت کے ایک کروڑ اٹھ سو لاکھ ٹن مال میں سے صرف ۹۵ ہزار ٹن یا ۷۰ فیصدی حصہ ہمارے ایسی جہازوں کو ملتا ہے اور بقیہ بیسویں

کے ۲۹ ملین (ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے) ٹن میں سے صرف ۲۴ ملین ٹن ہمارے جہازوں کے
 ماتہ آتے ہیں اور باقی سارا حقہ غیر ملکی جہازوں کے پاس جاتا ہے +

ہمارے قومی جہازوں کے بیڑے میں جو اکل موجود ہے صرف ۱۳۰ جہاز ۸۰ ٹن سے کم کے بحری
 تجارت کے کلاں اور ۶۸۰ ٹن کی بندرگاہوں کی تجارت کے ۲۰-۲۰۰ ٹن سے کم کے موجود ہیں۔ گویا ان
 سب کی مجموعی تعداد ۴۱۰ ہے جن میں سب سے چھوٹے جہاز بڑے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تعداد ایک ایسے
 ملک یا یوں کہنا چاہئے کہ ایک براعظم کے لئے بالکل ناکافی ہے جس کا ساحل چار ہزار میل بلکہ اس سے بھی زیادہ
 فاصلے تک پھیلا ہوا ہے +

ہماری جہاز سازی فی زمانہ ایسی محدود حالت میں ہے کہ اس قسم کا خانوں میں جن کی تعداد گھٹتے
 گھٹتے اب ۸۰ تک بگٹی ہے صرف ۱۲۳۲ آدمی کام کرتے ہیں جو ہر سال لگتی کے چند جہاز بناتے ہیں۔
 اور اس سٹیج کی مقدار جو سالانہ جہاز سازی کے کام میں لگایا جاتا ہے کبھی پانچ چھ لاکھ سے نہیں بڑھی
 یہ حالت ایک ایسے ملک کی ہے جو کسی نہ میں مشرقی سمندروں کی ملکہ کہلاتا تھا +

بلاشبہ ان سب باتوں سے معاملات کی نہایت بری اور خطرناک حالت کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ ہماری
 قومی تجارت اس وقت تک یہ اصلاح جو قائم نہیں ہو سکتی جب تک قومی جہازات کا ایک معقول بیڑہ موجود
 نہ ہو۔ اس قدر پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اب سے صرف ایک صدی پہلے ہندوستان میں جہاز سازی
 کی صنعت نہایت عمدہ حالت میں تھی۔ اس ملک میں ایسے ایسے جہاز تیار ہوا کرتے تھے جو بڑے کلاں کے
 بادبانوں اور سپروں سے چلنے والے جہازوں کے ساتھ ساتھ ذرا سے ٹیمز میں چلتے تھے چنانچہ ہمارے اس
 بیان کی تصدیق لڈ ولزلی بہادر سابق گورنر جنرل ہند کرتے ہیں جنہوں نے سن ۱۸۷۷ء میں ایک موقع
 پر کہا تھا کہ

”کلکتہ کی بندرگاہ میں دسی جہاز جس تعداد میں موجود ہیں اور بنگال میں جن جہاز ساز
 جن کمپنی کے ذریعے تک پہنچ چکا ہے اور اس میں بھی مزید اصلاح اور ترقی کی کافی امید
 ہے اس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ بنگال کے پراٹھویٹ انگریز تاجروں کو بندرگاہ
 لندن تک پناہ مال پہنچانے کے لئے جس قدر جہازوں کی ضرورت ہوگی۔ وہ بندرگاہ کلکتہ
 میں مل سکیں گے“

ایک موقع پر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ

بندرگاہ کلکتہ میں دس ہزار ٹن بار بڑاری کے جہاز اس قسم کے موجود ہیں جو ہندوستان کے

بنے ہوئے ہیں اور انگلستان کو مال سے جانے کی قابلیت رکھتے ہیں ۔
 بنگال کی نسبت بمبئی کو جہاز سازی کی اور بھی قدرتی سہولتیں حاصل تھیں کیونکہ بقول لٹنٹ
 کرنل سے ۔ ڈاکٹر صاحب

باعث اٹا بارادہ تجارت کے جنگلات کے مابین واقع ہونے کے لئے ہوا کے ہر ایک جھونکے
 کے ذریعہ کافی مقدار میں لکڑی حاصل ہوتی رہتی ہے ۔

علاوہ بریں بمبئی کے ساگون کی لکڑی کے بنے ہوئے جہاز قدیم انگلستان کے شاہ بلوٹ کی لکڑی کے بنے
 ہوئے بڑے بڑے جہازوں کی نسبت اعلیٰ ہوا کرتے تھے ۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۸۸۱ء میں لکھا تھا کہ

اندازہ کیا گیا ہے کہ ہر بارہ سال بعد برطانیہ کلاں کے بڑے کے ہر ایک جہاز کی مرمت کرنا پڑتی

ہے برعکس اس کے یہ بات عام طور پر شہنہ ہے کہ ساگون کی لکڑی کے بنے ہوئے جہاز پچاس سال

بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے تک کارآمد ہتے ہیں بمبئی کے بنے ہوئے بہت جہازوں کو جب چودہ

پندرہ سال چل چکے تو بڑے کے لئے خرید لیا گیا ۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ وہ اتنی ہی طرح مضبوط

اور کام دینے کے لئے لائق ہیں ۔ سر ایڈورڈ ہیوز نامی جہاز کے متعلق میراجیل ہے کہ جب سے

بڑے کیلئے خرید لیا گیا اس سے پہلے وہ باعتبار ایک ہندی جہاز کے آٹھ بار سفر کر چکا تھا ۔ برعکس

اس کے کوئی یورپ کا بنا ہوا ہندوستان تک جانے والا جہاز ایسا نہیں جو محفوظ طریقے پر چھ مرتبہ

سے زیادہ سفر کر سکے ۔

لیکن بمبئی کے ساختہ جہاز دوسرے مقامات کے بنے ہوئے جہازوں کی نسبت نہ صرف زیادہ

ہوتے تھے ۔ بلکہ ان میں اردن کی صنعت بھی پائی جاتی تھی ۔ یہی صاحب لکھتے ہیں ۔

بمبئی کے بنے ہوئے جہازوں پر انگلستان کے کارخانوں میں بنے ہوئے جہازوں کی نسبت کم

کم لاگت آتی ہے اور اس کے ساتھ ہی جبے کھاجائے کہ اخلاذ کو ہر بارہ سال بعد ازمرنومرت

کرنا پڑتا ہے تو اس پر کل خرچ چونکہ ہوجاتا ہے ۔

جوں جوں یہ صدی گزرتی گئی ہندوستان میں جہاز رانی کا کام ذوال پذیر ہوتا گیا حتیٰ کہ اب جیسا کہ ہم

بیان کر چکے ہیں قریب سیدوم ہوجاتا ہے ۔ ذیل میں جو اعداد درج کئے جاتے ہیں ان سے اس بات کا اندازہ

ہو سکتا ہے کہ بحالت موجودہ ہندی جہاز رانی کس حالت میں ہے ۔

۱۸۵۴ء تعداد وزن بارباری (رٹن)

۱۲۱۹۹۵۸ ۳۲۲۸۶

ہندوستانی جہاز جو ہندو رگا ہوں میں داخل ہوئے او

جن پر سے مال اٹھایا گیا

تعداد
وزن باربرداری (طن)
برٹش انڈین اور برطانیہ کلاں کے جہازات
۵۹۴۴۱
۲۴۵۴۵۴۲
۶۱۸۹۸-۹

ہندوستانی جہاز جو بندر گاہوں میں داخل ہوتے

۲۴۵۰۲
۱۳۳۳-۲۴۳

اور جن پر سے مال اتارا گیا

۶۲۱۹
۷۹۸۵۰۰۹

برٹش انڈین اور برطانیہ کلاں کے جہازات

۱۱۶۵
۱۲۹۷۹۰۲

ممالک غیر کے جہازات

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جہاز ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی جہازوں کا وزن باربرداری طرہ کلاں اور غیر ملکی جہازوں کی نسبت نصف تھا۔ وہاں ۱۸۹۸-۹ء میں گھٹتے گھٹتے صرف پانچ حصہ رہ گیا۔

اس بات کو زیادہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہندوستانی جہاز رانی کا زوال ایک بالکل جدید عمل ہے اور اس پر بھی انہیں اقتصادی قوتوں کا اثر پڑا ہے جن کے باعث ہندوستان سے کشتی کرگھوں کی صنعت اٹھ گئی ہے۔ جسے اخبارات پرنٹرز کے ایک ہزار نامہ نگار نے بجا طور پر نہ جانے کاسے بڑا صنعتی سانچہ قرار دیا ہے

لیکن یہی قول بالکل ٹھیک طور پر چمادی ملکی جہاز رانی پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ ہندوستان کی جہاز سازی کی تاریخ جسکے باعث وہ کسی زمانہ میں ساری جذب دینا کا تجارتی مرکز بنا ہوا تھا۔ کسی لحاظ سے اسکی روٹی کی صنعت کی تاریخ سے کم شاندار اور جوش پیدا کرنے والی نہیں۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ ہندوستان کی اس زمانے کی تاریخ کا باب سے غور و خوض کے ساتھ پڑھیں کیونکہ اس ذریعہ سے ہم میں وہ امنگ اور استقلال پیدا ہو سکتا ہے جو ایک وال پذیر صنعت کو تازہ دم کرنے کے لئے لازم ہے جس کے ذریعہ ہم پھر ایک بار ہندوستان کو اس شاندار رخت تک پہنچا سکتے ہیں جو دنیا بھر کی قوموں میں سے کسی نامہ میں حاصل تھی۔

ابتداءً تاریخ اور آغا فارغ تر سے لیکر ہندوستان اپنی بحری قوت اور تجارت کے لئے مشہور رہا ہے جس کا ثبوت پورے طور پر ہمیں ہندوستان کے اسنہ قدیم سے مل سکتا ہے۔ بولہ کہ کہتا ہے کہ:-

بعض قدیم ہندوستانی کتابوں میں اس قسم کے فقرات جا بجا پائے جاتے ہیں جن سے ثبوت ملتا ہے کہ بحر ہند میں ہندیت قدیم زمانے میں جہاز رانی جاری تھی اور اس کے بعد ایک زمانے میں ہندو تاجرانہ مال فروخت کرنے کی غرض سے خلیج فارس کے ساحل اور اس کے ارد گرد تک بحری سفر کیا کرتے تھے۔

یہ فقرات برہمنی اور بدھ مذہب کے زمانے کی کتابوں میں موجود ہیں اور ان کا حوالہ باپورادھاکو دکر مگر جی

پرفیسر بنگال نیشنل کالج کلکتہ نے اپنے ایک مضمون کے دوران میں جوہار مارچ و اپریل ۱۹۰۹ء سے سالہ ڈان میکیزین میں مروج ہوا تھا دیا ہے۔ لیکن اس موقع پر بہار اسطبعبان حوالوں کو دہرانا نہیں۔ بلکہ ہم صرف یہ جتنا ناچاہتے ہیں کہ اس بحری تجارت کے موجود ہونے اور ادوار جاری رہنے سے جس کا تہان حوالوں سے ملتا ہے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ اس نے میں قومی جہاز رانی نہ صرف موجود بلکہ ترقی پرتی کیونکہ بغیر اسکے اس نے میں تجارت کے عروج حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا بد قسمتی سے سنسکرت اور پالی زبانوں کے تحریر میں گو تجارتی سیاحتوں کے متعلق بہت سے حوالے ملتے ہیں تاہم ان میں بہت کم ہندوستان کے جہازات اور جہاز سازی سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں جس کے ذریعہ یہ بین الاقوامی شے قائم ہوئے۔

اتفاق سے ایک سنسکرت بان کا مسودہ مل گیا ہے جس کا نام کیتی کل پاترو ہے۔ سمیں قدیم ہندو کی جہاز سازی کا ذکر بھی قدر اجمال کیساتھ مروج ہے۔ اس کتاب میں جہازوں کے اقسام اور جہازات کے علاوہ ان مصاحفوں کا بھی ذکر ہے جن کے ذریعہ سے یہ جہاز بنائے جاتے تھے۔ غرض ہندوستان کی اس قدیم صنعت کے متعلق اس کتاب کے اندر کچھ کی گئی ہے۔

سنسکرت زبان کے علم بناتات کی رو سے جسے کرشن آیور وید کہتے ہیں۔ لکڑی کی چار بڑی بڑی قسمیں ہیں ایک ترقی بہن ذات کی لکڑی جو ہلکی اور نرم ہوتی ہے اور جسے اسانی کے ساتھ کسی دوسری لکڑی کیساتھ جوڑا جاسکتا ہے۔ دوسری کشتی ذات کی لکڑی جو ہلکی اور سخت ہوتی ہے اور جسے کسی دوسری قسم کی لکڑی سے طایا نہیں جاسکتا تیسری ولش ذات کی لکڑی جو نرم اور بھاری ہوتی ہے اور جو ہلکی شود ذات کی وہ لکڑی ہوتی ہے جو سخت ہونے کے علاوہ بھاری بھی ہو۔ ایک قسم کی چلی یا چوڑی لکڑی کی بھی ہوتی ہے۔ اور اس میں دو مختلف قسموں کے مشترک خواص پائے جاتے ہیں۔

فن جہاز سازی کے متعلق زمانہ قدیم میں بھوج نامی ایک مستند اہل الرائے گذرا ہے جس نے ایک پرکھاپتہ کہ کشتی ذات کی لکڑی کا بنا ہوا جہاز دولت اور خوشی لاتا ہے۔ گہرے پانی میں جہاز رانی ایک خطرناک کام ہوتا ہے عام طور پر اسی قسم کے جہاز استعمال کیے جاتے تھے۔ بلکہ اس کے جن جہازوں میں متفرق اقسام اور مختلف خواص کی لکڑیاں استعمال کی جائیں وہ کسی طرح کا کام اور آرام دہ نہیں ہوتے۔ اس قسم کے جہاز زیادہ پر بھی نہیں رہتے۔ ان کی لکڑی پانی میں گل جاتی ہے۔ اور انہیں دوسرا بھی صدمہ پہنچے تو وہ بچھڑ کر پانی میں ڈوب جاتے ہیں۔

یہ بتانے کے بعد کہ جہاز سازی کے لئے بہترین لکڑیاں کون سی ہوتی ہیں۔ بھوج جہاز سازوں کے

لئے ایک نیا ت ضروری ہدایات تبنیہ کی صورت میں درج کرتا ہے جس کا اس جگہ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس بات کی احتیاط رکھنا ضروری ہے کہ مسند سی جہازوں کی پسند کی لکڑی کو جوڑنے کے لئے لوہا بالکل استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں جہازوں پر مقناطیسی چٹانوں کا اثر پڑتا ہے یا اس لئے کہ بابت جہاز خود بخود مقناطیسی چٹانوں کے قریب پہنچ جاتے ہیں جس میں سرسری تباہی کا خطرہ ہے یہی باعث شہ ہے کہ جہاز کے پسندے میں نہیں کے علاوہ کوئی اور دھات لگنے کی ہدایت صریح الفاظ میں لکھی گئی ہے۔ درحقیقت یہ ہدایت اس لحاظ سے نہایت ضروری تھی کہ اس نے بس ہندوستانی جہاز بڑے بڑے گہرے سمندوں میں چلا کرتے تھے۔

جہازوں اور کشتیوں کی تیاری میں لکڑی کے استعمال کے متعلق بھوج کی ہدایات کے علاوہ دیکھتی کل پاترو یعنی مسودہ محولہ بالا میں جہازوں کی بنیاد ان کی جسامت کے بہت سی قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ ابتدائی تقسیم دو جماعتوں پر ہے۔

۱۔ مسوولی یا سامانہ قسم کے جہاز جو دریاؤں اور ندیوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

ب۔ خاص یا پیش قسم کے جہاز جو صرف بحری مسافروں کے کام میں آتے ہیں۔

مسوولی جہازوں کی آگے چل کر دس قسمیں دی گئی ہیں جو لمبائی، چوڑائی اور گہرائی یا اونچائی کے اعتبار سے بالکل مختلف ہیں۔ ذیل میں ان قسموں کے نام اور ہر ایک کی جسامت ماٹھا یا Cubit کے اعتبار سے دی جاتی ہے۔

نام	لمبائی	چوڑائی	اونچائی
کنوور	۲۱	$5\frac{1}{4}$	$5\frac{1}{2}$
مدیم	$31\frac{1}{4}$	$15\frac{3}{4}$	۷
بھیم	۲۱	$10\frac{1}{4}$	$10\frac{1}{4}$
چیل	۴۲	۲۱	۲۱
پیل	$۷۳\frac{1}{4}$	$۳۶\frac{3}{4}$	$۳۶\frac{3}{4}$
بھٹے	۱۰۵	$52\frac{1}{4}$	$52\frac{1}{4}$
درگ	۱۲۶	۶۳	۶۳
پتروپوٹ	۱۳۷	$۷۳\frac{1}{4}$	$۷۳\frac{1}{4}$
گرگھر	$148\frac{1}{4}$	$۸۹\frac{1}{2}$	$۸۹\frac{1}{2}$
منقہ	۲۱۰	۱۰۵	۱۰۵

مندرجہ بالا جدول میں عمومی جہازوں کی جو دس قسمیں مذکور ہیں۔ ان میں سے بعضے بحیم اور گر بھر
قسم کے جہاز مخصوص خیال کئے جاتے ہیں جبکی وجہ شاید یہ ہو کہ سب باعث اپنی جسامت کے وہ پانی پر بہوزن
رہ سکتے ہوں۔ خاص قسم کے جہاز سب سب وہ ہوتے تھے جو بحری سفر کیا کرتے تھے۔ ان کی دو بڑی بڑی قسمیں
دیر گہ اور اونٹ ہوتی تھیں جن میں سے اول الذکر میں زیادہ لمبائی ملے اور آخر الذکر میں زیادہ اونچائی
وہ جہاز ہوا کرتے تھے۔ ان میں ہر گے چل کر دیر گہ کی دس اونٹ کی پانچ قسمیں ہوا کرتی تھیں۔ ذیل میں جدول کا
طور پر ان میں سے ہر ایک کا نام و جسامت بحساب پیمانہ (Unit) کے لکھی جاتی ہے۔ مخفی نہ
ہے کہ خاص دیر گہ قسم کی لمبائی ۲۴ چوڑائی ۵ اور اونچائی ۵ م ہوا کرتی تھی۔

نام	لمبائی	چوڑائی	اونچائی
دیر گھگ	۶۳	$۷\frac{۱}{۲}$	$۶\frac{۳}{۱۰}$
ترنی	۶۳	$۷\frac{۱}{۲}$	$۶\frac{۳}{۱۰}$
مولا	۱۰۵	$۱۳\frac{۱}{۲}$	$۱۰\frac{۱}{۲}$
گنور	۱۲۶	$۱۵\frac{۳}{۲}$	$۱۲\frac{۱}{۲}$
گمنی	۱۲۷	$۱۸\frac{۳}{۲}$	$۱۲\frac{۱}{۲}$
تری	۱۶۸	۲۱	$۱۶\frac{۱}{۲}$
جنگھلا	۱۸۹	$۲۳\frac{۵}{۸}$	$۱۸\frac{۹}{۱۰}$
پلاونی	۲۱۰	$۲۶\frac{۱}{۲}$	۲۱
دھارنی	۲۳۱	$۲۸\frac{۱}{۲}$	$۲۳\frac{۱}{۱۰}$
بگینی	۲۵۲	$۳۱\frac{۱}{۲}$	$۲۵\frac{۱}{۵}$

ان میں سے مولا۔ گمنی اور پلاونی قسم کے جہاز اور نیز وہ جہاز جو ان تینوں قسموں کے درمیان آتے ہیں ان میں
خیال کئے جاتے ہیں۔ اونٹ جہاز کی پانچ قسمیں حسب ذیل ہیں۔

نام	لمبائی	چوڑائی	اونچائی
ارد ہوا	۶۲	۶۲	۶۲
اند ہوا	۶۳	۶۲	۶۲
سولہ کھی	۸۲	۶۲	۶۲
گر بھنی	۱۰۵	۶۲	۶۲
منقہا	۱۲۶	۶۲	۶۲

ان پانچ قسموں میں سے اردو ہوا اور گھنٹی ایسے جہاز ہیں جو تباہی لاتے ہیں لیکن اردو ہوا قسم کے جہازوں سے بادشاہوں کو بہت منافع پہنچا ہے ۔

مجموع کا بیان ہے کہ ۳۵ سے ۴۵۔۴۰ سے ۵۰۔۵۰ سے ۶۰۔۱۰۰ سے ۷۰۔۸۰ اور ۹۰ سے ۱۰۰۔۱۱۰ کے لمبائی والی کشتیاں بھی تباہی لانے والی ہوتی ہیں ۔

”یکتی کل پاترویس جہازوں کی اس قسم کی آتشیں زیناٹش کا بھی بہت کچھ ذکر ہے۔ جس سے مسافروں کو آرام و آسائش حاصل ہو سکے۔ آتش کی غرض سے چار قسم کی ہادوں کی سفارشات کی گئی ہیں یعنی سونا، چاندی، تانبا اور ان تینوں کا مرکب۔ چار مختلف قسم کے جہازوں کے لئے چار قسم کے رنگ تجویز کیے گئے ہیں یعنی چارستول لئے جہازوں کیلئے سفید، تین قسموں والوں کے لئے سرخ، دوستول والوں کے لئے زرد اور ایک ستول والے کے لئے نیلا ۔“

جہاز کے اگلے حصے پر مختلف حیوانات کی شکلیں بنائی جاتی ہیں مثلاً شیر، ببر، بھینسے، سانپ، اٹھتی شیر وغیرہ کا سراپا ایسے پندوں کی شکلیں جیسے کہ بطخ، مرغابی، طوطا وغیرہ۔ بعض حالتوں میں مینڈک، انسان کی شکلیں بھی بنائی جاتی ہیں جس سے یہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں بخاری اور سنگ تراشی کا پیشہ بگمیل کے ایک اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکا تھا۔ اس کے علاوہ بعض حالتوں میں جہاز کے خوبصورت سروں پر موتیوں کے کار اور سونے کی مالا بھی لٹکادی جاتی ہیں ۔

جہازوں کی کوٹھڑیوں کے متعلق بھی اس کتاب میں بہت سی تفصیلات موجود ہیں۔ کوٹھڑیوں کی لمبائی اور ان کے چائے، قور کے کھاد سے جہازوں کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ ان میں سے قسم اول کے جہاز جو ”سرومند“ کہلاتے تھے۔ ان میں بہت بڑی بڑی لمبی کوٹھڑیاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بنی ہوئی ہوتی تھیں۔ یہ جہاز شاہی خزانہ ٹھوٹے اور عورتیں ایک سے دوسرے نظام تک پہنچانے کے کام آتے تھے ۔

قسم ثانی کے جہاز ”مدہ مند“ کہلاتے تھے اور ان کی کوٹھڑیاں وسطی حصے میں بنی ہوتی تھیں۔ یہ جہاز شاہی سیاحت کیلئے استعمال کئے جاتے تھے اور بادشہ کے لئے ہر طرح عوزوں پہتے تھے۔ قسم ثالث کے جہازوں کی کوٹھڑیاں اگلے حصے کی طرف بنی ہوتی تھیں۔ ”اودہ اگر مند“ کہلاتے تھے۔ یہ جہاز بکھارات ختم ہونے پر کھلے موسم میں استعمال کئے جاتے تھے۔ کتاب میں مذکور ہے کہ اس قسم کے جہاز طویل بحری سفر کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ اور بحری جنگ میں بھی ان سے کام لیا جاتا ہے ۔

ہندوستان کے لڑکچر میں جس پہلی لڑائی کا ذکر آتا ہے وہ غالباً اسی قسم کے جہازوں میں لڑائی

ہوگی۔ اس موقع پر رشی راج تو گرہ نے اپنے بیٹے جیو کو اپنے دشمنوں کے خلاف کسی دور دراز جزیرے میں بھیجا تھا لیکن ایک موقع پر اس کا جہاز عین منہجہ صحرایں ٹوٹ گیا۔ اور اس وقت جب کوئی شے اسے بہا رہا تھے والی باقی نہ تھی۔ جیو ہیو اور اس کے ہمراہیوں کو دریا سونوں نے آبی قبر سے بچا کر اپنے سوڈانڈوں سے جہاز (Galley) میں چھپایا۔

یہی ہے جب پانڈوں بدر کی دوستانہ نصیحت کے ذریعے اس باہمی ستیج پر یکجہاں کے لئے تیار کی گئی تھی تو وہ اسی قسم کے جہاز میں نہراہے تھے جس میں تمام ضروری آلات اور جنگی ہتھیار موجود تھے اور جو بحری طوفان کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

رامائن میں ایک جگہ پان سو جہازوں کا ذکر آتا ہے جن میں سیکڑوں کیوت جہازوں کو اس فن سے رکھا گیا تھا کہ وہ دشمن کا راستہ روکیں۔ وہ بھی اسی فن کے تھے۔

کالی کلس نے اپنی تصنیف رکھنیں میں لکھتے ہیں کہ جس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ مقدس ریاست کے جہازوں پر اپنے نرس کے سونوں قائم کر کے واپس چلا گیا۔ اس واقعہ پر کسی ذہن پرست طاقت کا مقابلہ بنگالیوں نے اسی قسم کے جہازوں سے کیا تھا۔

سنسکرت لٹریچر کے اس حوالہ سے کہہ قدیم کے ہندوستان میں جہاز سازی اور جہاز رانی کی جو شہادتیں ملتی ہیں ان کی تصدیق کسی حد تک پالی لٹریچر سے بھی ہوتی ہے۔ ان کتابوں میں سنسکرت کی طرح بحری سفارد پر بحری تجارت کا جائزہ دیا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کے لئے جو جہاز کام میں آئے جلتے تھے وہ جم میں کافی بڑے ہوتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ سنسکرت کی طرح پالی زبان میں مختلف قسم کے جہازوں کی ناصیفات طور پر درج نہیں تاہم اس میں جا بجا اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے کہ کس قسم کے جہاز کتنے مسافر لے جاسکتے تھے۔ اسلئے ایک اور طریقے پر ہمیں ان کی جسامت کا پورے طور پر ثبوت مل سکتا ہے۔ چنانچہ کتاب راج دی میں مذکور ہے کہ بنگالہ کے راجہ سمبھا باہو نے جس جہاز میں کنورجے اور اس کے ہمراہیوں کو ان مقام کے باعث جو وہ عیاں کیا کرتے تھے جلا وطن کیا۔ وہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں ۵۰۰ سوار جمی جو سب کے سب کنورجے کے ہمراہی تھے سوار ہو گئے۔ ان کی بیویوں اور بچوں کو بھی جن کی تعداد ۵۰۰ سے زائد تھی سوار کرایا گیا تھا۔

جس جہاز میں کنورجے والا جہودیکے کسی معلوم مقام سے لٹکا لٹکا گیا تھا۔ اس میں اس کے علاوہ پان سو دوسرے تاجر موجود تھے جس جہاز میں بنگالی پانڈی دھن لٹکا پنچائی گئی تھی۔ وہ بھی بہت بڑا تھا۔ کیونکہ اس میں شہزادی اور اسکی ۵۰۰ بیہیلیوں کے علاوہ ۵۰۰ سوار کاری امیروں اور نوکروں اور متعدد غلاموں

کی نشست کا انتظام تھا۔

بشپ گنٹھ صاحب اپنی کتاب "سوخری گوتم بدھ" میں لکھتے ہیں اور ایک اور کتاب "جنگ" سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ایک جہاز کے ٹٹنے پر اس کے سات سو مسافر اور تاج جنہیں گوتم بدھ بھی ایک تباری اوتار کی صورت میں موجود تھا، سب کے سب قتل ہو گئے۔

بارڈی صاحب کے "رسالہ بدھ مذہب" کے صفحہ ۳۱ پر مذکور ہے کہ سپرک بودھسٹا اوتار کے موقع پر بدھ نے بھرکچرموجودہ شہر بھرکچر سے سات رتنوں کے سمندر "تاج" جس جہاز میں سفر کیا۔ اس میں اس کے علاوہ سات سو اور سو دگر موجود تھے۔ وہاں جب تک کہ اس جہاز کی تباہی کا ذکر آتا ہے۔ اس میں پانچ سو سو دگر سوار تھے۔

سمندر پانچ کایا میں ایک جہاز کا ذکر آتا ہے جو اتنا بڑا تھا کہ اس میں کئی ہزار مفرد بڑھپوں کا سارا کھاؤں سا گیا۔ یہ لوگ اس وجہ سے فرار ہو گئے تھے کہ انہیں کچھ چربی اسباب تیار کرنے کے لئے بیعانہ سے دیا گیا تھا مگر وہ اسے وقت پر تیار نہ کر سکے تھے۔

جس جہاز میں سپرک کے خا بردار تجارت کی غرض سے سرخ ریت لائے ملک کی طرف گئے تھے وہ اتنا بڑا تھا کہ ۳۰ مسافر بیٹھنے کے بعد اس میں اتنی جگہ خالی بچ رہی کہ وہاں پر وہ بہت بڑی مقدار ایک خاص قسم کی لکڑی کی اپنے ملک کو لائے۔ دو برہمن تاجروں پیوتسہ اور پانی کٹ نے صلح بنگالہ کو ایک ایسے جہاز میں سوار کیا تھا کہ علاوہ دوسرے مال کے اس میں ان کے اتنی اسباب کے پانچو چھکے بودھ تھے۔

سانکا جٹکا کا نیز خواہ خلائی برہمن جس جہاز کی مدد سے آبی قبر سے بچا گیا تھا۔ اس کی لمبائی ۸۰۰ اور چوڑائی ۶۰۰ ہاتھ تھی سو وہ ۲۰ فینم گہرا تھا اور اس پر تین ہستول لگے ہوئے تھے۔ جہاز تک جٹکا کا شہزادہ جس جہاز میں دوسرے تاجروں کے ساتھ سوار ہو کر چمپا سے جہاں آجکل بھاکل پورا آباد ہے سوئے بھومی کی طرف جو غالباً برہما ہندوستان کے کسی ساحل کا نام تھا روانہ ہوا۔ اس میں سات قافلے منہ لہو جانوروں کے موجود تھے۔

کتابی حوالوں سے جوتارچ اندکے جاسکتے ہیں ان کی تائید کسی حد تک اس شہادت سے بھی ہوتی ہے جو پرانی عمارات کی نقاشی یا قدیم سکوں سے ملتی ہے۔ سپانچی کے استپا منبرول کے مشرقی در پر ایک کشتی کی تصویر کندہ ہے جو کھڑکھڑے تختوں کو سن یا سیوں سے بانڈھ کر بنائی گئی ہے۔ اس میں جیسا کہ جرنیل ایف بی سیلی صاحب اپنی کتاب "سپانچی" اور اس کے کھنڈرات کے صفحہ ۴۲ پر

کہتے ہیں، ”ایک دریا باندھی کا نظارہ دکھایا گیا ہے جس پر ایک ناؤ چل رہی ہے۔ اس ناؤ میں تین بادشاہ
صورت کے ستیا سوامی جن میں سے دو کشتی کو کہتے ہیں اور درمیان میں شخص کشتی کے کنارے اٹھ
رکھے چار ستیا سیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں جو نہایت ادب کے ساتھ پانی کے کنارے کھڑے ہیں۔“

سر اسے کیننگھم اپنی کتاب ”بھیل ساٹوپ“ کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ کشتی میں شاہ کی بی بی اور
ان کے دو خاص قتلہ سوار ہیں اور خود بدھ کا مقابلہ بدھ مذہب کی بہت سی تحریروں میں زندگی اور
موت کے وسیلے سمندر میں کشتی اور چٹو سے کیا گیا ہے لیکن جرنیل سیلی کا خیال ہے کہ اس تصویر میں محض
ایک اعلیٰ رتبہ کے ستیا سوامی یا پجاری کی روانگی کا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ جسے اس کے مقلد ادب کے
ساتھ اوداع کہنے آئے ہیں اور جو کشتی خاص عہد یا مہیشن پر جا رہا ہے۔ اس لئے میں صاحب ”صوف جو دلا“ پیش
کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اول تو اس تصویر کے کندہ ہونے کی تاریخ سے کئی صدی بعد تک بودھ کی کوئی تصویر
کبھی اس کی صورت میں نہیں بنائی گئی اور دوسرے تصویر محض ایک معمولی قسم کی تسموں سے بندھی
ہوئی ناؤ کی ہے۔ بودھ اعظم کے شاہان کی کسی مقدس جگہ کی نہیں۔

ہندوستان بھر میں قدیم سنگتہ شے کے جس قدر نمونے ہیں ان میں ایک نہایت اہم اور چمپ نمونہ ایک
جہاز کا ہے جو سانچی کے استوپ نمبر اول کے مغربی ڈائے پر کندہ پایا گیا ہے۔ اس میں پانی کی سطح پر ایک
بحرہ تیرا ہوا دکھایا گیا ہے جس کے اگلے حصہ میں ایک صی جانور کی جیسے شیر اور عقاب سے متعلق
خیال کیا جاتا ہے تصویر بنی ہوئی ہے اور پچھلے حصہ میں پھل کی دم کی۔ اس بحرے میں ایک خالی تخت
ایک فالت تہی ہوئی ہے۔ اور دو نوکروں میں سے ایک کے ہاتھ میں چھتر اور دوسرے کے ہاتھ میں سپور
ہے تیسرا شخص ایک بڑے چپے کے نیچے سے بحرے کو چلا رہا ہے۔

پانی میں بہت آبی پھول شکوفے اور ایک بڑا سا سنگھ ہے اور پانچ آدمی شکلوں کو پھیلانے
یا تختے کو پکڑے تیر رہے ہیں چھٹا شخص جہاز کے عقبی حصے والے آدمی سے درخواست کر رہا ہے کہ وہ اسے
پانی سے نکلنے میں دے۔

اس تصویر میں جو بحرہ دکھایا گیا ہے۔ وہ ایک شاہی بحرہ معلوم ہوتا ہے۔ اور اچکل ہندو شرفاز میں
جو بعض پرانی وضع کے بحرے استعمال ہوتے ہیں۔ ان کی ساخت اسی قسم کے بحروں سے بنی ہوئی معلوم
ہوتی ہے۔ نظائے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی راجہ اور اس کے ربابی پانی کی کبھی مصنوعی
جھیل میں سیر و تفریح کر رہے ہیں لیکن ساتھ ہی ممکن ہے کہ اس کا پوشیدہ مطلب کچھ اور ہو۔ خصوصاً اس جگہ
سے کہ بحرے کی شکل جیسی کہ اس تصویر میں دکھائی گئی ہے۔ مگر یا نہجہ۔ اوتار یا بدھ مذہب کے جگہ سے

ہے اور ایسے ہی اہل ہندو کی مذہبی کتب میں مہنسی یا چھلی کو وشنو کا اولین اوتار سمجھا جاتا ہے جس نے بعد میں بودھ کا اوتار دھارن کیا تھا۔

اس موقع پر یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہاز کے اسکے حلقہ کی جو عجیب و غریب شکل بنائی گئی ہے وہ سنگ تراش کی جوتے یا رنگ اسے بے حد نہیں جسکی نسبت خیالی کیا جاتا ہے کہ وہ کوئی نئی وضع کا نمونہ تیار کرنے کی کوشش میں تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی شکلیں بالکل روایت کے مطابق اور متفرقہ طریقوں کے ڈھنگ پر ہیں۔ اور اس لئے ان جہازوں کے اگلے حصوں کی شکلوں سے ملتی جلتی ہیں جن کا ذکر "یکتی کل پاترو" نامی کتاب کے اسٹو کوں میں جس کا حوالہ ایک سے زیادہ مرتبہ سطور بالا میں کیا گیا ہے پایا جاتا ہے۔

جہاز کی ایک اور تصویر جس کا بیان ذکر کیا جاتا ہے ہندوستان میں نہیں۔ بلکہ یہاں سے بہت دور یعنی بور و بور و واقع جاوا میں لکھی گئی ہے۔ جہاں ہندوستانی فنون نے اعلیٰ ترقی حاصل کی تھی۔ ایک کدہ کی ہوتی تصویر عظیم الشان جہاز کی ہے جس کے باربان ٹھکے ہوئے ہیں جسے کچھ کسٹنٹ عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں ہندو میوں کے جاوا میں اپنی نوآبادی قائم کرنے کی تاریخ کا نظارہ منظر کے سامنے پھر جاتا ہے "جہاز جو نہایت شان دار وضع کا اور عمدہ رفتار کے قابل بنا ہوا ہے۔ اپنی قسم کا ایک نمونہ ہے۔"

جیسا کہ اسی بی بی بیوٹی صاحبہ اپنی کتاب ہندوستان کا فن سنگ تراشی و نقاشی کے صفحہ ۱۲۴ پر لکھتے ہیں۔ "یہ الفاظ کی نسبت زیادہ وضاحت کے ساتھ ان خطرات کو بیان کرتا ہے جو شہزادہ بھرات اس کے ہمراہوں کو ہندوستان کے مغربی ساحل سے روانہ ہو کر اس طویل اور مشکل سفر میں پیش آئے لیکن یہ خطرات اب گزر چکے ہیں۔ طراح اب ان بان لپیٹ ہے اور سنکر ڈال ہے ہیں چھٹی یا ساتویں صدی کے جہازوں کا یہ نمونہ دیکھ کر متعجب ہمارے دل میں پانچویں صدی عیسوی کے ابتدائی حصے کا خیال گزرتا ہے جبکہ اسی قسم کا ایک اور جہاز تین ماہ کے مسلسل سفر کے بعد نکلے چل کر جوائے ساحل پر پہنچا تھا۔ اس جہاز پر ۲۰۰ کے قریب مسافر تھے جن میں شہر و صنی ستیاح فاسیان بھی موجود تھا جس کا ذکر ہندوستان کی معمولی سی تاریخ میں بھی آتا ہے جو اسکول کی ابتدائی جماعتوں میں پڑھائی جاتی ہے یہ بات قابل غور ہے۔"

اس تاریخ جاوا میں مذکور ہے کہ سنکر ڈال کے قریب بھرات کے ایک نژاد کو خبر ملی کہ اس کی سلطنت عنقریب تباہ ہو جائیگی۔ اس پر اس نے اپنے بیٹے کو مع پانچ ہزار آدمیوں کے جنہیں کاشت کار۔ کاریگر۔ سپاہی۔ طبیب اور کچھ بڑے وگ شامل تھے۔ بڑے اور ایک چھوٹے جہازوں میں سوار کر کے جاوا بھیج دیا۔ جہاں پہنچ کر انہوں نے اس ہتھیار کی بنیاد رکھی۔ جسے باعث بور و بور و کی کدہ کی ہوتی تھا اور آج تک دیکھی جاتی ہیں۔

کہ بڑے جہاز کے سامنے والے حصے پر ایک اور چھوٹا جہاز اس غرض سے لگا رہتا تھا کہ دون سفر میں کوئی حادثہ واقع ہو جائے یا جہاز ٹوٹ جائے تو اس سے کام لیا جاسکے۔

ہندوستان کے بنے ہوئے جہاز کی ایک اور کندہ کی ہوئی تصویر پوری کے مندر میں دیکھی جاتی ہے۔ یعنی پچھلے دنوں ڈیڑھ اور حسبِ جہاز ہند کا دورہ کرتا ہوا این پوری پنچا جہاں جگن ناتھ جی کے مندر میں بچے پتھر سے بنی ہوئی شاہی کرسی کی ایک بنیت نفیس اور زمانہ کی دست برد سے بنی ہوئی تصویر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ تصویر مندر کے اس حصے میں بنی ہوئی ہے جسے بھوک مندر کہتے ہیں اور جس کے متعلق یہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ ابتدا سے اس مندر سے متعلق نہیں بلکہ کسی زمانے میں یہاں سے میں میں کے فاصلے پر کنارک کے سیاہ پگڑہ میں لگا ہوا تھا جہاں سے ہٹے اسے اٹھائے تھے۔ اور ہم لاکھ صرفہ سے اس بڑے مندر میں لگایا تھا۔

فی الحقیقت مندر کے اس حصے پر جو شاندار کندہ کی ہوئی تھا وہ موجود ہیں۔ وہ بالکل ہی ایک معلوم ہوتی ہیں اور جگن ناتھ جی کے مندر کے دوسرے حصے میں جو مقابلہ سنگ نشی کے منورے موجود ہیں ان سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اس کے جو شخص سرسری طور پر بھی اس خاص حصے کی تصاویر کا کنارک کے سیاہ پگڑہ کے اس حصے کی نقش کاری سے مقابلہ کرے جو اب تک لب ساحل اپنی شاندار تنہائی کی حالت میں کھڑے ہے۔ وہ فوراً ان کی یگانگت معلوم نہ لگتا ہے لیکن ان سنگ نشی کے منوروں کے علاوہ ایک اور بہت بڑا شہوت اس بات کا کہ یہ حصہ کنارک کے ہی مندر سے تعلق رکھتا ہے یہ ہے کہ ان منوروں میں جس قسم کا مصاحفہ لگا ہوا ہے یعنی سنگ اسٹو جسے مقامی طور پر گولی کہتے ہیں وہ سیاہ رنگ سنگ ستون جو ۳۵ فٹ لمبا اور جگن ناتھ جی کے مندر کے مشرقی یعنی میٹروں کے دروازے کے سامنے کھڑے ہے وہ بھی اسی سالہ کا بنا ہوا ہے اور جو شخص تسلیم کرتا ہے کہ اسے کنارک کے مندر سے یہاں پہنچایا گیا تھا۔

تصور میں ایک بنیت شاندار شاہی کچرہ دکھایا گیا ہے جسے بڑے بڑے مضبوط ملاح پوری طاقت سے چلا ہے۔ حتیٰ کہ عورتوں سے گویا پانی کی آواز کانوں میں نے لگتی ہے۔ پانی کی ہر بنیت خوشنما طور پر بنائی گئی ہیں اور تمام نظارہ دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ بنیت پھرتی اور تیزی سے کام لیا جا رہا ہے گویا خداری کا عمل بڑی جلدی میں انجام پا رہا ہے یا کسی خطرے سے بچنے کی کوشش ہو رہی ہے جہاز کی کھڑکی کی خوشنما شی اور اسکی طرز ساخت کی سادگی خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ اور چھت سے جو بخیر اس غرض سے لٹکائی گئی ہے کہ اس میں جو شخص بیٹھے وہ اسے مضبوط پکڑے رکھے اور اس طرح پر گرنے سے بچے۔ وہ واقعی ایک نرمالی پیدا ہے۔

یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ اس تصویر میں ستروں کا کونسا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ کیونکہ غالباً یہ ایک محض دنیاوی تصویر یا سامانِ آرائش نہیں ہے بوجہ نپٹ توں سے اس لئے میں گھسار کیا گیا۔ تو انہیں سے ایک نے خاصی دل لگتی بات کہی۔ چنانچہ اس نے بیان کیا یہ سیرکیشن جی کی اس وقت کی تصویر ہے جب انہیں اچکنس نے بچانے کے لئے جہازیں بٹھا کر لئے جا رہے تھے۔ "یکٹی کل پائر" میں جہازوں کی جو قسمیں بیان کی گئی ہیں انہیں سے یہ مدہ مندر قسم کا جہاز معلوم ہوتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بھونیشور کے عظیم الشان مندر میں جو ہندوستانی صناعی کا بہترین نمونہ خیال کیا جاتا ہے ایک اور تصویر اس قسم کے سحر کی موجود ہے ایسے ہی مدور کے مندر میں سورن شپ کارنی تالاب کے گرد بنی ہوئی غلام گردشوں کی دیواروں پر سترکاری کی جو تصاویر ہیں۔ انہیں ایک نیاٹ خوشن تصویر مندر کی بنی ہوئی ہے جس پر ایک جہاز پوسے دبان پھیلائے چلا جا رہا ہے اور یہ جہاز جسامت میں بور و بور دور کی تصاویر سے کسی طرح کم نہیں۔

ہندوستان میں قدیم سکوں سے جہاز رانی وغیرہ کے متعلق جو شہادت مل سکتی ہے۔ ہمیں قابل ذکر معلومات یہ ہیں جو شرقی ساحل کے خاندان اندھ کے ان سکوں سے جو دوسری اور تیسری صدی عیسوی میں رائج تھے حاصل ہوتی ہیں۔ ان سکوں پر ایک دستوں والے جہاز کی تصویر ہے جو بظاہر بہت بڑی جسامت کا معلوم ہوتا ہے۔ مسٹر ولنڈ ہمت صاحب اس علامت کے معنی اپنی کتاب "ہندوستان کی ابتدائی تاریخ" کے صفحہ ۲۰۲ پر یہ لکھتے ہیں کہ راجہ پنچاسری کی حکومت جو ۸۳۳ء سے ۲۱۳ء تک حکمران راجہ خشکی تک محدود رہی۔ بسکی تائیڈ سیول صاحب کی اس رائے سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے جدید انڈین کے امپیریل گزیٹیٹر کی جلد ۲ کے صفحہ ۸۲۵ میں بالفاظ ذیل ظاہر فرمائی ہے۔

"ان کی تجارت کا مسند خشکی اور ہندو کی راہ سے مغربی ایشیا۔ یونان۔ روم۔ مصر۔ چین اور دوسرے مشرقی ممالک سے قائم تھا۔"

سطور بالا میں ہم نے قدیم ہندوستان کی جہاز سازی اور جہاز رانی کے متعلق جس قدر شہادت براہِ راست مل سکتی ہے، اس پر کافی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ شہادت ہر جہد کہ تھوڑی ہے تاہم اس سے جو ثبوت ملتا ہے وہ زبردست ہے خصوصاً اس لحاظ سے کہ ہندوستان کی بحری تجارت کو ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی دلائل موجود ہیں۔ جاتے پر یہاں صرف اس قدر اور بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی قبل مسیح میں ہندوستان کی جہاز سازی ایک ایسے اعلیٰ پایہ پر پہنچ چکی تھی۔ کہ نہ صرف سکندر اعظم کو یہاں پہنچ کر کشتیوں کا ایک بیڑا مل گیا جس کے فریڈاس نے ہندو کو عبور کیا

اور دریائے سندھ کی خطرناک موجوں پر پل باندھا۔ بلکہ اس کے جرنیل نیا کس کو بھی ایک بڑا اس
قسم کا مشیر آگیا جس نے دریہ سے اس نے خلیج فارس کا مشہور سفر پورا کیا۔ اس سفر کے موقع پر ملک
میں جس قدر کشتیاں اور جہاز لے سکتے تھے۔ ان سب بیکار میں پکڑ لیا۔ اور ان کے دریہ ایک عظیم نشان
تیار کیا گیا تھا جس کے جہازوں کی تعداد بقول ایرین آٹھ سو اور بقول کرٹیس اور ڈیوڈ ورس قریباً
ایک ہزار تھی۔ لیکن بطلیموس جس کا اندازہ زیادہ صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس موقع پر
جہازوں کی تعداد دو ہزار سے کسی طرح پر کم نہ تھی۔ اور ان میں آٹھ سو سپاہی کئی ہزار گھوڑے اور ہتھیار
مقدار خوراک کی موجود تھی۔

فی الحقیقت ہندوستانی لٹری کے دریہ ہندی دستکاروں کے بنائے ہوئے جہازوں کا یہ
عظیم الشان بیڑا تھا۔ اور اگر ہم اس حملے کو قابل یقین سمجھیں جو کسی مہم نے ہندوستان پر کیا تھا۔ تو
معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بڑے کا مقابلہ کرنے کے لئے چار ہزار جہاز دریائے سندھ میں جمع ہوئے
تھے۔ ایسے ہی جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں۔ تو اس سے مقابلہ
کرنے کو بھی ایک بڑے بڑے ہندو دریائے سندھ کے عمیق پانی پر جمع ہوا تھا۔

آئین اکبری میں مذکور ہے کہ شہنشاہ اکبر کے عہد میں سرکارِ ثانیہ واقع سندھ کے جہاد سازی
کے کارخانوں میں چالیس ہزار سے آید چھوٹے بڑے جہاز ہر وقت تیار موجود رکھتے تھے لیکن آج یہ
حالت ہے کہ ہندوستان بھر کے کارخانے بل کر بھی ۱۲۵ سے زیادہ بڑی کشتیاں سالانہ تیار نہیں کر سکتے
کسی نے سچ کہا ہے۔ ہم انسان ہیں اور ہمیں اس صورت میں غم کرنا چاہیے۔ جبکہ ایک ایسی بات کا
جو کسی نے عظیم الشان تھی۔ سایہ تک ہمارے قابو میں ہے۔

بے خطا سمجھے جسے چاہا سزا دینے لگے

عذر خواہی پر بھی جب ظالم سزا دینے لگے	نا امید کھٹک کیا کرتے دُعا دینے لگے
کہہ دینے ہوش میں میں طبیعت چارہ گر	کچھ مرض سمجھے کہ بس نہی دوائی لگے
اُسے قانونِ دیا عشق و جرم بے کسی	بے خطا سمجھے جسے چاہا سزا دینے لگے
بندہ پروری بھی ہم دی کا کیا انداز تھا	مر گیا بسمل تو دامن کی ہوا دینے لگے
زند اگر انکو ہے ہم مشقِ جفا کیوں چھوڑیں	ہم بھلا کیا ہاتھ سے ریم و فانی لگے

اے برو کا پاس تھا جب تک وہ حالت افکھتی
اب تکلف کیا ہے جب در در صدائے گنگے
ضبط غم میں دل پہ تیکہ کر نواے ہوشیار
شام غم آئی کہ یہ حضرت دعا دینے لگے

شہر میں رہ کر کریں کیا مائے صحرانورد

اے دل ام خورہ! اے اہوئے ناشاد وطن
کیوں نافرمانی و فرزند کے ماتم میں ہے اندوگن
تیری مٹی ہم نہیں اے دل! کہہ جا کہ مٹی ہمیں
یونہی تو دینا ہے بظاہر اک زن عابد فریب
جس میں پہلائے کوئی دل کو یہ منزل نہیں
تھے جو کل تک قصر شہ میں صاحب تاج و تین
وہ ہوئے شہر یاری آہ اب سر میں نہیں
فرش گل پر تھانہ جن نازک مزاجوں کو قرار
سطوت شاہی یہاں محو سکوت خواب ہے
وہ جوانی اب کہاں وہ شان برنائی کہاں
بیکسی یاروں کے غم میں ناکش اب ملیں ہے

مبتلائے دشت غربت باخانہ برباد وطن
ہے مال کار و دنیا کا فقط دو گز زمین
پوٹ دینا دکھائی ہے کس کی سنین کی کہیں
یونہی لیکن ہے یہ غارت گر صبر و شکیب
بیٹھتے جس میں یہ دُشمن کی منزل نہیں
آج ویرانے میں ہیں شہر خموشاں کے لیکن
فرق پر طرہ نہیں تڑپیں قباہت میں نہیں
سو ہے ہیں خاک پر صحرا میں وہ زیر زیں
روح گلشت گلستاں کو مگر بیتاب ہے
لطف صحبت وہ کہاں وہ محفل آرائی کہاں
اپنی لیلی آہ! اب نام نشیں محل میں ہے

کیا لگاؤں تجھ سے دل دیناے فانی دل کو ہم
آہ دیناے دنی تو سخت ہے نابائے دار
کس کو گل گشت چمن کالے صبا اپنے داغ
وہ دل زندہ کہاں وہ عیش دینا اب کہاں
دیدہ تر سے دار شام و صبح ہے جوئی خون
ہم میں باندہ نفس اطمینیاں ہم سے نہ کر
سیر گل تم کو مبارک! بمصفران چمن

اک خرابہ ہم سمجھتے ہیں۔ تری محفل کو ہم
تیری بزم عیش ہے ہنگامہ قص و مشار
دیدہ گل کا ہم اسیروں کے لئے ہے کب داغ
چشم نظارہ کہاں ذوق تماشا اب کہاں
آ رہی ہے حسرت خون گشتہ سے اب بٹے خون
اے نسیم جھجکا ہی! شو حیاں ہم سے نہ کر
گیت آزادی کے گاؤں کے مرغان چمن

ہو گیا جب آہ! اپنی آرزوؤں کا فشار
آہ! عیش زمانہ ہو گیا دل تجھ سے سرو
صحبّت احباب کا وہ مشغلہ جاتا رہا
ہم کہ کیا آئے گلستاں میں خزاں باب بہا
شہر میں رہ کر کریں کیا آئے ہم حشر انور
ہم کہ وہ زندہ دلی کا سلسلہ جاتا رہا
الوداع لے جو شش گل آئے فصل باران الوداع
زندگی ہے آہ! اک خواب پریشان الوداع

و بحسب کمالات

مسیح سے پہلے ہزار سال قبل علم جراحی

رائل کالج آف سرجنز پرفیسر کیتھ نے لندن میں کنگس کالج ہسپتال کے ممبروں کو میوزیم سے منونے دکھائے۔ جن سے ثابت ہوا تھا کہ مصر میں مسیح سے پانچ ہزار برس پہلے بھی پتہ دہی کی اسی قسم کی وارداتیں ہوتی تھیں جن پر اہل طبابت پیشہ بہت توجہ دے رہے ہیں۔ اپنے کہا میں نے دیکھا ہے چند سو برس قبل مسیح میں بھی ایک لڑکے نے بازو پر اسی قسم کی چوبی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں جیسی کہ اہل استعمال ہوتی ہیں پروفیسر کیتھ نے کچھ کھوپریاں بھی دکھائیں جن سے معلوم ہوا تھا کہ پانچ ہزار سال پہلے۔ اس وقت بھی عمل جراحی ہوتا تھا۔ ایران تاریخ نے بڑی کچپی سے انسانی جسم کی ہڈیاں اور انٹرویوں کے عجیب عجیب نقشوں کا امتحان کیا جس کا ذکر ایولن نے اپنی ڈاکٹری میں کیا ہے یعنی لائف کی چار ہزار سال قبل از مسیح دینا میں سب سے پرانی خشک لاش کا موازنہ کیا۔ جنگ کے دوران میں علم جراحی کے متعلق کچھ معلومات اور دوسری اشیاء جن پر سلسلہ طور پر عجیب و غریب ہونے کا پروفیسر کیتھ کو خیر ہے۔ ملاحظہ کیا۔ یہ اثرات کیا جاسکتا ہے کہ مصر میں تمام قسم کے علوم و فنون جن پر طب بھی شامل ہے ہندوستان سے لگتے تھے۔ لہذا مصر میں آج سے چھ ہزار سال پہلے علم جراحی کا ایسی ہی یافتہ صورت میں موجود ہونا اس بات کا یہی ثبوت ہے کہ ہندوستان نے اس فن میں کس قدر ترقی کی ہوئی تھی۔

برصغیر کی پائرا

جب میں سیوین چاؤں سے تین چاؤں چلا گیا۔ تو اس چاؤں کے زور و دیا تھی مجھے لیکر بن دکھائے

گئے۔ تو میں نے دیکھا کہ بن نہایت گھنا۔ پر خار۔ لیکن خوفناک نہیں ہے۔ کیونکہ اس بن میں ہرن بارہ سنگا۔ بندر سمور۔ جنگلی بکری۔ اور خرگوش ہی پائے جاتے ہیں کہیں کہیں ہاتھی۔ جو کہ قد میں ہمارے ملک کے اھقیوں سے ڈیڑھ گنا تھے۔ جن کے پیر کا قطر ڈیڑھ ہاتھ سے کچھ زیادہ ہے۔ اس نسل کے اھقیوں کو کوئی نہیں کھاتا۔

دوسری نسل کے ہاتھی جن کی اونچائی قد آدم سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ ان کو پکڑتے اور پالتے ہیں سفید ہاتھی کو خاص طور سے پکڑتے ہیں کہیں جنگلی گھوڑے بھی ملتے ہیں۔ اور جنگلی گائے بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ اس جنگل میں کھانیکے لائق پھل بالکل نہیں ہے کہیں کہیں کوئی پھل دار درخت کھانے کے لائق ہے۔

اس بن میں لکڑی نہایت عمدہ ہے۔ ساگون یہاں کی پیداوار ہے۔ جنگل میں خودرواناس کیلہ بیگن۔ کد اور نہایت طرح کی ترکاریاں ملتی ہیں۔ اور درختوں کی اونچائی پچاس ساٹھ فٹ تک کی ہے۔ ان کی گولائی میں فٹ کی ہے جنگل میں جہاں جہاں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں۔ نامے اور کھارپا جاتے ہیں۔

مانٹے کی طرف کہیں کہیں شیر بھی ملتے ہیں۔ یہاں ہرننگ درخت نہایت ہیں جن سے لال۔ پیلا۔ ہرا رنگ نہایت اچھا تیار ہو سکتا ہے۔ پھیلوں سے کپڑے لال۔ پیلے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ جو کہ بن سے لکڑی توڑ کر لاتے ہیں بال رنگ درخت پیدا ہیں جن کی چھال اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے پانی میں جھگوٹے یا گرم پانی میں ابالنے سے نہایت جلد رنگ نکل آتا ہے۔ بہر میں اور شہر کے قریب جنگل میں سبیل۔ املی اور تار کے درخت باخرا پائے جاتے ہیں۔ پھول ہزار ہا قسم کے ہوتے ہیں جن سے کئی طرح کے رنگ اور عرق وغیرہ تیار ہو سکتے ہیں۔ لیکن کوئی نکالنا نہیں جانتا۔ صرف پھولوں کو برہنہ عورتیں منہ لالنا کر رکھتی ہیں۔ کچھ آدمی بھی رکھتے ہیں۔

مجھ کو اس بن میں دو تین پودے دکھائے گئے۔ اور کہا گیا۔ کہ ان کے پاس ہاتھ مرو۔ تو وہ میرے ہاتھ کو چھونے لگے۔ میں مسکرم نیچے ہاتھ کر لیا گیا۔ اور وہ برابر جھکتے تھے۔ مجھ سے ان لڑکوں نے کہا۔ ہاتھ جلد ہٹا لو۔ میں نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ ان لڑکوں نے کہا۔ کہ اگر تم ہاتھ نہ ہٹا لیتے۔ تو وہ ہاتھ پکڑ لیتے۔ اور خون چوسنے لگتے۔

چلتے چلتے انہوں نے ایک درخت کے پھل دکھلائے جو کہ میرے برابر تھے۔ اور کہا۔ کہ ان کو جسے کرو میں نے نہایت سے اٹھائے۔ پھر ان کو پھوڑ پھوڑ کر کھلایا۔ تو نہایت لذیذ لکھے۔

چاؤں سے کم از کم چھ سات میل کے فاصلے پر چل کر بہت سی زمین کے اندر گھاٹیوں اور بہت پرانے ربریا پھینکی کی ہڈی رکھ بیس کر اس کے اوپر ایک گول عمارت جو کہ بالکل ٹھوس ہوتی ہے بناتے ہیں۔ اور ربریا لوگ پھینکی تمام اس کی پوجا کرتے ہیں جس کی شکل تو عرصہ ہی ہوتی ہے۔ اسے یہاں بھایا کہتے ہیں۔ مجھے پھینکی کے اندر لیجا کر دکھلایا گیا کہ یہاں پر بڑے یعنی جتنی درمی ہتے تھے۔ اب نہیں ہتے۔ یہ بالکل خالی پڑے ہیں۔ یہاں پہنکی رہ کر گیا اٹھاتے۔ بس بارہ کوں تک کوئی سستی نہیں ہے۔ ایک قسم کا دخت یہاں پیدا ہوتا ہے جس کے پتے سے برتن لوگ چھتری بناتے ہیں جو کہ کئی کئی سال تک چلتی ہے اس کے پتوں سے ڈولی بناتے ہیں جو کہ شل حلو کے ہوتی ہے۔

اس بن میں بانس بھی بکثرت پیدا ہوتا ہے جس کی لمبائی پچاس یا ساٹھ فٹ تک ہوتی ہے۔ بنسلو جن با فرط نکلتا ہے۔ درختوں سے گوند بھی بہت نکلتا ہے۔ جو کہ آگ جلانے میں بہت مدد دیتا ہے۔ دریائے ایراوتی کی وادی میں مٹی کے تیل کے چٹے بہت ملتے ہیں۔ پر برہما میں بہت سی جگہ ہیرے کی کانیں ملتی ہیں۔ سو گویں تمام بن سے ہیرے نکلتے ہیں۔

جنگل میں ایک دخت مثل تار کے ہوتا ہے جس کو بریا لوگ ”پے“ بولتے ہیں۔ اس کے پتے پر تمام برتن کتا میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ جو کہ لہے کے تسلیم سے کھو دی جاتی ہیں۔ ”پے“ کا پتہ مثل تار کے ہوتا ہے مگر مضبوط بہت ہوتا ہے۔ جنگل میں ہزاروں قسم کی جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں۔ بریا لوگ بانس کے اندر چادل اور پانی ڈال کر آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں چاول پک تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ کھانے میں بہت لذیذ اور مزیدار ہوتے ہیں۔

(۵)

چار دن کی چاندنی ہے پھر یہاں کچھ بھی نہیں

مال و دولت کچھ نہیں قصور مکان کچھ بھی نہیں
میں سمجھتا ہوں کہ یہ انھیں کیا کچھ بھی نہیں
بلکہ پانی کا ہے تاب و توان کچھ بھی نہیں
چار دن کی چاندنی ہے پھر یہاں کچھ بھی نہیں
ان کی قبروں پر نشان اعز و شام کچھ بھی نہیں
بعد مردن ان کا اب نام نشان کچھ بھی نہیں

ولید قہ بیٹھا ہوا ہے یہ جہاں کچھ بھی نہیں
ہے جہاں کو کھنڈا پنے جو حسن و ناز پر
ہستی انسان نہیں کچھ ہے یہ مشیت خاک ہے
خاک کے تیلے میں آخر خاک میں مل جائینگے
جھوٹا عقاب جس سے سر و سطوت شاہی کا چھتر
زندگی تک جن کی نظر و نمین تھا اس جہاں

کیسی بے عقلی ہے کارنیک میں کرتا ہے دیر
کار خیر و نیک میں کوشش کئے جاؤ ضرور
آہ! مظلوماں سے ڈراؤ ظالم سخت پسند
رستم و سہراب کا ہوتا نہیں ہے اب پتہ
جب تضا آئی پھر سیر و جواں کچھ بھی نہیں
کام کی شے جو کار سی پیاں کچھ بھی نہیں
یہ خودی تہ تکنت یہ شوخیاں کچھ بھی نہیں
نام ہی باقی ہے جسم پہلوں کچھ بھی نہیں
تو جس دولت چھوڑ کر شاہد ہوئی لے شادیں
جانتا ہوں تجھ خدائے دو جہاں کچھ بھی نہیں

نام کی بابت معلوم

نام محمد رکھنا چاہئے۔ والدین کی لیاقت اور خاندانی نجابت نام سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر نام
موزوں، مبارک اور پُر معنی ہوگا تو سننے اور سمجھنے والے معلوم کر لیں گے۔ کہ یہ کسی شریف اور نجیب
خاندان سے ہے اور اسکے والدین ذی علم اور ذی شعور ہیں۔ علاوہ ازیں تجربہ کاروں کا بیان ہے کہ
اگر نام مبارک ہوگا تو اس کا اثر ہمیشہ نیک ٹیگا۔ اور اگر خشن ہوگا تو اس کا برا اثر ہمیشہ خرابی پیدا کرے گا۔

رستہ بھول جانا اور اس کا پتہ لگانا

اگر تم رات کو رستہ بھول جاؤ۔ تو تلاش میں اسے ماسے نہ پھرو۔ کیونکہ اس سے اور بھی رستہ
بھول جاؤ گے بہتر یہ ہے کہ جہاں اس وقت ہو وہیں ٹھہر جاؤ۔ اور سوچ تم کٹ ہیں ٹھہرے ہو۔ تب دن
کی روشنی میں رستہ ڈھونڈ لو۔ اگر دریا کا کنارہ ہو۔ تب اس کے کنارہ کی راہ چلنا اور بھی زیادہ خطرناک
ہے۔ کیونکہ ایک تو دریا سیدھا نہیں چلتا پیچ کھا کر چلتا ہے دوسرے اسکے کنارے ہمیشہ ٹوٹے چھوٹے
اور ناہموار ہوتے ہیں۔ موسم اکثر اہل میں دلدل اور سانپ وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔ اسلئے دریا کے کنارے کا
سفر نہ پھیرے میں سخت خطرناک ہوا کرتا ہے۔ بعض آدمیوں کو رستہ لڑکی کی شناخت کا ایسا اچھا علم ہوتا
ہے کہ وہ قطب تارادیکھ کر باقی سمتیں فوراً معلوم کر لیتے ہیں۔ مگر کچھ کبھی رات کا سفر اور دکھٹ گھاٹ
کا چلنا ہنایت ہی خطرناک ہے۔

اور اگر دن کی وقت سمت بھول جاؤ تو اس کے معلوم کرنے کے بہت سے عمدہ طریقے ہیں مثلاً اگر

چلنے سے پہلے منزل کی سمت نقشہ میں دیکھ لو تو اس سے تمہیں آئندہ نسبت مدد ملتی رہے گی مثلاً جنوب
معلوم کرنے کے لئے دو پہر کے وقت ہمیشہ سورج جنوب کی طرف ہوا کرتا ہے۔ لیکن دوسرے پہلے اور
بعد چاہو کوئی وقت ہو۔ تم اپنی گھڑی کے ذریعہ سمت معلوم کر سکتے ہو۔ گھڑی کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ
کر اسے پھرتے جاؤ۔ حتیٰ کہ منٹوں والی سوئی سورج کی طرف ہو جائے۔ پس جنوب کی سمت ہندسہ ۱۲
کے اور گھنٹہ بتانے والی سوئی کے درمیان ہوگی۔

مثلاً ۲ بجے کے وقت ہندسہ ٹھیک جنوب کی طرف ہوگا اور اگر گھڑی مہتابے پاس ہو۔ تو ان باتوں
کا خیال رکھو کہ سورج قطب شمال کی طرف کبھی شعاع نہیں ڈالتا۔ تم مکافوں اور درختوں کے سایہ کو
دیکھ کر شمال اور جنوب کی سمت معلوم کر لو کیونکہ درختوں کا شمالی رخ زیادہ سرسبز اور کاہی وغیرہ
سے آلودہ ہوا کرتا ہے۔ نیز جو پودے سورج کی شعاع کو براہ راست نہیں کرتے وہ اکثر بڑے درختوں
کی شمالی سمت کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔ اور اگر لبر ہوا اور سورج نمودار نہ ہوا اور یہ سب باتیں فیل ہو
تو تم قطب نما سے امداد لو اسکی سوئی شمال اور جنوب کو بتاتی رہتی ہے اور جب شمال جنوب کا رخ
معلوم ہو گیا تو باقی سمتوں کا حال معلوم ہونا کچھ مشکل نہیں۔ اس وقت تم اپنے اس پہلی یادداشت کے مطابق
کو جو چلتے وقت دیکھی تھی۔ اپنی منزل کا رخ اور سمت فوراً معلوم کر سکتے ہو اور راہ پر آ سکتے ہو۔ ان
باتوں کا ہر وقت رکھو۔

ریل کی رفتار کا اندازہ معلوم کرنا

اس کے معلوم کرنے کے تین طریقے ہیں (الف) ریل کی سڑک کے پاس جو میلوں کے نشانوں کے سفید کنبے بکھڑے
ہوتے ہیں جن پر میلوں کا نشان لگا ہوا ہے۔ اس کا خیال رکھو۔ ایک کنبے سے دوسرے کنبے تک جتنا وقت
لگے اس کو ۳۶۰۰ تقسیم کرو جو حاصل نکلے اتنے میل فی گھنٹہ کی رفتار سمجھو۔ مثلاً ایک میل لے کنبے
سے دوسرے میل لے کنبے تک ۲۰ سکند کے پس ایک میل کو ۳۶۰۰ تقسیم کیا تو حاصل ۳۰ ہوا پس
معلوم ہوا کہ ۳۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی جا رہی ہے۔

دب (ب) گاڑی کے پیچھے جب ریل کی سڑک پر سے گزرتے ہیں تو جہاں جوڑ ہوتے ہیں وہاں کھڑک کھڑک
کی آواز یا کرتی ہے۔ پس جب پوری رفتار سے چل ہی ہو تو ۲۰ سکند تک ان کھٹکوں کی آواز کو
جتنی آوازیں سنائی دیں۔ اتنے ہی میل فی گھنٹہ کی رفتار سمجھو۔ مگر یہ حساب اس جگہ صحیح نکلے گا جہاں

ریل کی پٹری ۳ فٹ لمبی ہو۔ اور یہ عموماً ہوا کرتا ہے +
رج ہر ٹرک کے گرد تار کے کھینے جو کھڑے ہوتے ہیں اُن کو گنوم منٹ اور بیس سیکنڈ میں جتنے
گئے جاویں اُن تے ہی میل فی گھنٹہ کی رفتار سمجھو +

ایک ماہ سے ایک دن کی تنخواہ نکالنا

ماہوری تنخواہ	ماہ ۲۸ دن	ماہ ۲۹ دن	ماہ ۳۰ دن	ماہ ۳۱ دن					
تعداد تنخواہ	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
عظم	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
عظم	۰	۱	۲	۰	۱	۲	۰	۱	۰
بے	۰	۱	۹	۰	۱	۸	۰	۱	۶
لغیر	۰	۲	۳	۰	۲	۲	۰	۲	۱
ص	۰	۲	۱۰	۰	۲	۹	۰	۲	۷
بے	۰	۳	۵	۰	۳	۳	۰	۳	۱
مگر	۰	۲	۰	۰	۳	۱۰	۰	۳	۷
بے	۰	۲	۶	۰	۲	۵	۰	۲	۳
لغیر	۰	۵	۲	۰	۵	۰	۰	۲	۸
عظم	۰	۵	۷	۰	۵	۶	۰	۵	۲
عظم	۰	۱۱	۵	۰	۱۱	۰	۰	۱۰	۲
نہ	۱	۲	۱	۱	۶	۱	۱	۰	۶
لغیر	۱	۶	۱۰	۱	۶	۱	۱	۵	۲
ص	۱	۱۳	۷	۱	۱۱	۷	۱	۱۰	۹
مار	۳	۹	۲	۳	۷	۲	۳	۵	۳

===== ۵ (۵) ۵ =====

کفن اپنا لئے پھرے اور تابوتِ میت بھی

عجب حالت ہے اے ریشم کے کپڑے کی حالت بھی
 برا علم و ہنر ہی ہو گیا زنجیر پا تجھ کو
 ہم اک مختصرے دیں ہیں شادی و غم دونوں
 عجب کیا ہے کہ ہوا نواز حق کا تو تماشائی
 تجھے جس میں جھلا کر ادا و قدرت نے پا ہے
 بہت اچھا رہا تو نچ کیا عشق و محبت سے
 دم تہیز و تکفین سب دکھلانے کے اُنہوں
 عجب کیا ہے ترا حتم جہاں سے چھپ کے مرجانا
 بنا تہے عظیم اُشان سنگیں مقبرے انسان
 یہ غم ہنس بھی ہے کس جو فضول انسان فانی کی

کفن اپنا لئے پھرے اور تابوتِ میت بھی
 سلاسل بھی نفس بھی بند بھی زندانِ محبت بھی
 یہ جھوٹا سماں اور ہمیں دوزخ بھی ہے جنت بھی
 ترے چھوٹے سے ماتھے پر بڑا چشمِ بصیرت بھی
 وہی گہوارہ تجھ کو ہو گیا تابوتِ میت بھی
 محبت ہے یہ کوئی اہل دُنیا کی محبت بھی
 دلوین کہ ہو جائے ہمیں جلدی فراغت بھی
 کہ آئینِ طریقت بھی ہے عرفانِ حقیقت بھی
 کہ اپنا نام بھی مشہور ہو اُدشانِ شوکت بھی
 کہ نام اس کا ہے دُنیا میں باقی اور میت بھی

فنا جب ہو گئے بحرِ حوادث میں تو ہم کو کب
 کناے پر اگر کچھ بڑیاں پہنچیں سلامت بھی

شبِ امیت پکن

موتِ پاسبان ہے۔ تیری موت تیری پاسبان اور نگہبان ہے +
 گناہ کیا ہے۔ گناہ کیا ہے جو تیرے سینہ میں جھپے اور خراش پیدا کرے +
 سرکشی۔ جو فوارہ کی طرح اُچھلتے ہیں وہ ضرور ٹھٹھکتے ہیں +
 ہو کے سرکش گر پڑا فوارہ آخر سر کے بل جھک کے چلنا چاہئے یہاں اُٹھانا سچ +
 بہادر ریل کا کام۔ دولت حاصل کر کے سنبھل کر چلنا بہادری کا کام ہے +
 سیپ بغیر موتی۔ جو زبانِ لیسور کو نہ بچے۔ وہ سیپ بغیر موتی کے ہے +
 درخت بغیر پھل۔ علم دار ہو کر عبادت نہ کرے وہ درخت بغیر پھل کے ہے +

نالہ بغیر پانی۔ جو دولت مند ہو کر سچی نہ ہو۔ وہ نالہ بغیر پانی کے ہے۔
 بادل بغیر پانی۔ جو بادشاہ ہو کر عدل و انصاف نہ کرے وہ بادل بغیر پانی کے ہے۔
 نہ فراموش نہ کرو ایثار کو۔ موت کو اور کسی شخص کے احسان کو۔
 بڑھکر دولت مند۔ اگر تم اپنی قیمت پرست کر ہو۔ تو تم سب بڑھکر دولت مند ہو۔
 بڑھکر جو اُمرو۔ جو چیز تم کو پیاری ہو۔ اور تم اسے کسی حاجت مند کو دے دو۔ تو تم سب بڑھکر
 جو اُمرو ہو۔
 بڑھکر عقلمند۔ اگر تم ایثار کا خوف دلیں رکھتے ہو۔ تو سب بڑھکر عقل مند ہو۔
 بڑھکر نیک۔ اگر تم سب کو اچھے خیالتے ہو۔ تو تم سب بڑھکر نیک ہو۔
 عزت سے عزت۔ اگر تم اپنی عزت چاہتے ہو۔ تو کسی کی ہجرتی نہ کرو۔
 دشمن کون ہے۔ سچ کا دشمن جھوٹ عقل کا دشمن عصہ صبر کا دشمن لالچ اور علم کا دشمن
 عذوبہ ہے۔

انسان دنیا میں کسے ہے

قدامت انسان کا صحیح پتہ لگانا تو بہت مشکل ہے۔ مگر یورپ کے ماہرینِ ارض نے اس عالم میں چھان بین کر کے چند
 ایسے ثبوت ہم پہنچائے ہیں جن سے نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی پہلی حضرت آدم کے بیٹے سے نہایت پہلے قائم
 تھی جو لوگ تو رات۔ نخل۔ قرآن وغیرہ کتاب الہیہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آدم سے انسان کی
 ابتدا ہوئی اور آدم کو زمین پر کسے پہلے جن رسالہ گزر رہے ہیں۔ لیکن عصر جدید کے محققین اس بات کو نہیں
 مانتے ہیں اور جو واقعات صحیح ہیں ان میں مشابہت سے گزرتے ہیں عقائدِ اسلامی ان کے خلاف ہے۔
 مقرر چین۔ ہندوستان کی تاریخوں سے ظاہر ہے کہ مسیح سے ہزار سال پہلے دنیا میں ایسی ہی درست اور
 مذہبِ سلطنتیں موجود تھیں جن کی خلاقی و ماشرقی۔ ایسی ہی ترقی یافتہ نہ تھیں نہ حاضری کی جدید تہذیب و تمدن
 پہنچ سکتی ہے۔

ان سلطنتوں کا تمدن واضح طور پر رات کی تاریکی میں بیان کیا گیا ہے اور حال کے انکشافات اس امر کے گواہ
 ہیں کہ وہ قدیم کی بعض ایسی اشیاء و موزوں ہوتی رہتی ہیں جن کے استعمال کا ڈھنگ ہمارے اعلیٰ ڈاکٹروں
 اور ماہرانِ فنیطبیعیات کو نہیں آتا مثلاً تاجِ ہندوستان ثابت یہ رہا ہے کہ ان کی قدس کتاب میں یہ وغیرہ قبل از

مسیح کئی ہزار سال کی ایجادیں ہیں۔ علاوہ ان کے زرنہ نہیں رامائن اور مہابھارت بھی غیر مقررہ تاریخوں کی تصنیفیں ہیں۔ یہ تمام اوقات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسیح سے کئی ہزار سال پہلے جو عقلیت پسندانہ عقائد ان کا متدلل علی تھا۔ اور اگر سرسری طور پر ہی اندازہ لگائیں۔ کہ انسان وحشت کی حالت سے ترقی کرتا کرتا کتنی مدت میں شہری زندگی تک پہنچا۔ اور پھر کتنے عرصہ میں سیاست سیکھی۔ سلطنت کی بنیاد رکھی اور پھر کتنا عرصہ دن و شب کی کوشش کے فوج تک پہنچنے میں صرف ہوا۔ تو یہ تخمینہ زمانہ ہر انداز کو سطرے چھ ہزار سال سے بہت زیادہ بڑھ گیا۔

محققین علم طبقات الارض کی تفتیش سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب شیوان قضاؤ قدر نے انسان کو بھی تکمیل پر لایا بھی نہ سکھایا تھا۔ اور دفتر تاریخ دُنیا میں نہیں کھڑا تھا۔ تو اس سے پہلے بھی انسان دُنیا کے حصوں میں موجود تھا۔ چنانچہ ایل یورپ کی نہایت کوشش اور جانشانی سے شہادتیں ہتیا کی ہیں۔ اور مختلف مذاہب کے تنگ دل متعصب لوگ بھی انہیں تسلیم کرتے جاتے ہیں۔

اس سے نہیں سمجھنا چاہئے کہ یورپ کی ساتیں میں ترقی کے عرصے آگے ایشیا والوں کا سرخ ہو جانا تھا۔ بلکہ اس معاملہ پر کامل بحث مخصوص چھان بین اور استدلال ہو چکا ہے اور مناظرہ مجادلہ کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ اب نکل عیاں ہے کہ ہم انسان کی پیدائش کا خاص وقت مقرر نہیں کر سکتے۔ مگر تا ضرور ہے کہ انسان مسیح سے بھی لاکھوں سال پہلے کی حقیقت ہے۔

ماہرین علم طبقات الارض نے معلوم کیا ہے کہ ایشیا اور یورپ کی بعض دلدل زمینوں میں کبھی نہانے میں ایک قسم کی لمبی لمبی گھاس جی تھی جس میں مختلف قسم کے کثیر اقسام کے حیوانات رہتے تھے۔ جو ابھی سے بہت بڑے ہوتے تھے۔ یہ گھاس انقلاب زمانہ سے جتنے جتنے سطح زمین سے کئی سو فٹ نیچے چلی گئی۔

اب ڈنمارک کی سرزمین میں جو کھدائی ہوئی گئی تو وہاں سے ایسے حیوانات کی ہڈیاں اور درخت کے نمونے انسان کی ہڈیوں کے ہمراہ برآمد ہوئے ہیں کہ وہ حیوانات اور درخت ابکل ڈنمارک میں پائے نہیں جاتے۔ اہل تجربہ ان درختوں کو جو دیو دار کی قسم کے ہیں۔ پھر ڈنمارک میں پُرش کونا چاہا ہے مگر اب وہاں اس قدر انقلاب ہو چکا ہے کہ وہ درخت ڈنمارک میں اب ہی نہیں نکلتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس نے میں یہ درخت ڈنمارک میں ہوتے تھے کہیں قدر عرصہ گزر چکا ہے کہ ڈنمارک کی آب ہوا اب ان کے موافق نہیں رہی۔

اسی طرح ۱۸۵۷ء میں جنوبی فرانس میں آکشافات ہوئے۔ اس سے قدامت انسان کا مسئلہ ایک حد تک سہ قرار پایا۔ ان ایک فارمیں ایسے ہی پتھر حیوانات کے انسانی ہڈیوں کے ہمراہ پائے گئے۔ یہ غار کبھی دریائی وادی تھی جو بہتے بہتے پہاڑ کو کاٹتے بہتے اتر آئے ہیں۔ مگر اس قدر بلندی سے دریائے بہاؤ کا نیچے

آجانا اس کی صلی کا کام نہیں اور ریت کے تودریں میں جو نمونہ جات پائے گئے ہیں وہ ایک ایسے زمانہ کے ہیں کہ جب دنیا میں اسی قسم کی اشیاء موجود تھیں جو اب اپنے بنانے میں جب علم تاسخ ایجاد ہو چکا تھا پائے نہیں جاتے تھے۔

فرانس کے علاوہ اور ملکوں میں بھی اسی قسم کی ہڈیاں ملی ہیں ان ہڈیوں کے ساتھ اور ان سے محفوظ چھتاق کے اوزار بھی ہیں جو ان زمانہ میں انسان نے بنائے ہوئے تھے۔

روح کی ہستی کا زندہ ثبوت

فرعون مصر کی قبر اور لارڈ کارنارون کی موت

اگرچہ اہل یورپ حاکمیت کے قائل نہیں لیکن لارڈ کارنارون کی ناگہانی موت اور اس کی پوری خادمہ کی علامت طبع نے ان کے دلوں میں ایک قسم کا ہول ڈال دیا ہے وہ دینی زبان سے یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ چونکہ لارڈ موصوف نے فرعون مصر قوت اموں کی قبر کی بحیرہ کی تھی۔ اس واسطے اس کی ہلاکت فرعون کی روح کی درجہ سے ظہور میں آئی۔ مگر اس کے خلاف بعض انگریز یہ کہتے ہوئے اپنے دل کو سہارا دیتے ہیں کہ قبر کی کھدائی میں لارڈ کارنارون کا خون نہر اوڈہ ہو گیا تھا۔ اس واسطے وہ مر گئے بعض کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ کے اہل مصر بڑے ساحر اور جادوگر ہوتے تھے۔ اور تو تہمتیں ان بھی انہیں لوگوں میں سے تھا۔ ہذا تحت اثر کے تمام دیوتاؤں پر اس کا قبضہ تھا۔ انہیں دیوتاؤں نے لارڈ موصوف کی جان لی۔

مسٹر ایچ ڈی مارٹن لکھتے ہیں کہ میں نے اکثر مشہور ماہرین آثار قدیمہ کو سنجیدگی کے ساتھ خواتین کو اس بات کی حاکمیت کہتے ہوئے سنا ہے کہ فرعون مصر کے مقبرہ میں سے جو سیدانی پتھر کے دانے نکلے ہیں انہیں گلے میں ہرگز نہ پہنیں قدیم مصری ایسے طلسمات بنانے کے لئے مشہور تھے جو دنیا میں قائم رہ سکتے تھے۔

وہ زبردست ساحر اور جادو جانتے تھے دنیا میں ان سے زیادہ اس فن کا کوئی ماہر نہیں ہوا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ مصری آثار قدیمہ کے ساتھ بلائیں اور جھوٹ پریت جیسے سوشے ہیں بعض تعلیم یافتہ لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہزار سال پیشتر سے جو بلائیں سحر کے اثر سے مصریوں نے قائم کی ہیں وہ اس وقت تک مصروف عمل ہیں۔ اور ان میں قوت ضرر رسائی اتنی کم ہو رہی ہے۔

مسٹر موصوف لکھتے ہیں کہ یہ لوگ مصری فلاسین کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ حیرت انگیز طور پر قانع تھے زندہ درخوش دل تھے انہیں کچھ تھے۔ ان کے زیادہ دیوتا اس قسم کے ہوتے تھے جو جانوروں کی

طرح مفہم کہ خیر سر رکھتے تھے۔ کہتے ہیں جب ہم نے قوت مننے آمون کے مقبرہ کے تیرہ وتار یک کے اندر لاش کے بھاری نیگدن رنگ کے صندوق کو دیکھا۔ تو میرے اور میرے ہمراہی دست کے دل پر خوف چھا گیا میرے دست جب ہم اپس آئے تھے مجھ سے کہا کہ میری بات یاد رکھنا۔ کہ اس کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور ظہور میں آئے گا۔

قوت مننے آمون ہماری اس ملامت اور دراز رازی کی وجہ سے ہمارے پیچھے ہی پڑ جائیگا۔ میں نے کہا کہ کیا تم سچ کہتے ہو اور تمہیں اس کا یقین ہے۔ اس نے کہا ہاں مجھے یقین تو ہے مگر تم کو یقین ہے۔ مسٹر مارٹن کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک عجیب واقعہ مجھے پیش آیا۔ ایک شخص ایک عورت کو ایک چھوٹے سے سنگین بت کی خریداری کے متعلق ملامت اور سرزنش کر رہا تھا۔ اس عورت نے مذاق اُکھایا۔ کہ شہنشاہ رہتا کہیں وہ تمہارا کام نہ کرے۔ پھر شخص دوسری منزل میں دوڑ جا کر سو گیا۔ اور جب دیکھا گیا۔ تو مردہ پایا گیا۔

اس طرح ایک شخص جو مستند ڈاکٹر تھا۔ لکسمبر واقعہ مصر میں آیا اور ریشمان میں بغرض سیر کیا۔ یہ اور اسکی بیوی دونوں وحایت قابل تھے جب آپس آئے تو انہوں نے بیان کیا۔ کہ وہاں نہیں بھوت دکھائی دیئے جن سے انہوں نے باتیں بھی کیں۔

اہل یورپ ان باتوں کو خواہ کچھ ہی تصور کریں مگر وحایت والے ضرور اس بات کے قابل ہیں کہ مقبروں کی بحیرہ میں ضرور اپنا رنگ لایا کرتی ہے۔ ایسے ثبوت میں وہ دینا کے ڈبے کے واقعات پیش کرتے ہیں یہ پہلا تو زار روس اور اس کے خاندان کا ہے۔ زار روس نے ایران میں جب حضرت موسیٰ کے مقبرہ کی حیرت منی کی تھی تو روحانیت والوں نے کہا تھا کہ اسکی پاداش میں اسے ضرور کوئی عبرتناک سزا ملے گی۔ چنانچہ زار روس اور اس کے خاندان کا جو عبرتناک حشر ہوا۔ اسکو کون نہیں جانتا۔ دینا کا بہت بڑا بادشاہ اور اسکی بیوی اور بچے نہایت برہمنی سے قتل کئے گئے شہزادیوں کو اسکی آنکھوں کے سامنے میعزت کیا گیا۔ اور قتل کوئی کمینہ دوسری مثال اپنے دعوے کے ثبوت میں جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ لارڈ کچنر کی ناہانی موت کا واقعہ ہے۔ اس نے مصر میں ہمدی سوڈانی اور اس کے پیروؤں کی قبروں کو بہت مدت کے بعد حیرت کیا۔ اور ان کی ہڈیاں نکال کر انہیں جلا دیا گیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسکی پاداش میں خدا نے اسے یہ سزا دی کہ اسکو ہمدی کی زمین میں ہی کر دیا گیا۔ اور اسکی قبر تک نشان باقی نہ رہا۔ اس نے دوسروں کی قبروں کا نشان مٹایا۔ مگر اسکی قبر کا نشان بنایا ہی نہ جاسکا۔ عبرت +

ایک نیا لائق ترقی انسان

ماہرین علم سائنس کا خیال ہے کہ کرۂ ارض کے اندر ایک عظیم نشان انقلاب منہا ہوا ہے جسکی بدولت بحران کا بل میں بہت بڑی تبدیلی ہوئی ہے۔ اس سے پہلے جنوبی امریکہ میں کئی زلزلے اچکے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ گذشتہ ۳۰ فروری کو ہوائی میں سرخ و رکاز زلزلہ آیا کہ آلہ زلزلہ شناس کی سونیاں ساڑھے چار ہزار میل کے فاصلے سے آلہ مذکور سے علیحدہ ہو کر پورے گریڈ پر حقیقت یہ ہے کہ قدرت اپنے نامعلوم طریق پر دنیا میں ہمیشہ ایسی تبدیلیاں کرتی رہتی ہے جس کا روکنا انسانی طاقت سے باہر ہے کون کہہ سکتا ہے کہ عظیم نشان زلزلہ کسی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے؟

پتھروں اور حیوانوں کی عادت

عورتوں سے محبت کرنے والے جانور

پالتو حیوان اور پرندے جو محبت اپنے مالکوں سے کرتے ہیں اس کی محبت کرنے کی علی صفت ظاہر ہے ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کتے اپنے مالکوں کی موت کی وجہ سے جان نہیں بچھڑاتے انہوں نے نہ کھانا پیا اور نہ آرام کیا۔ بلکہ خودکشی کر لی۔ ایک کتا اپنے آقا کی وفات سے اس قدر غم اور بدحواس ہوا کہ وہ دل کی پٹری پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ ایل آئی اور اس کے حل پر سے گذر گئی۔

حال میں مجھے ایک خرگوش سے واسطہ پڑا۔ اسکی مالکہ کئی گھنٹی اسکی جدائی کا خرگوش کو بہا تکٹ ہوا کہ اس نے کچھ کھایا یا پیا نہیں۔ اسکی مالکہ ایک شادی میں گئی تھی۔ اور اسے اس وجہ سے ہمراہ نہیں لے گئی کہ اس کے بچانے میں سخت تکلیف ہوتی۔ اسکی غیر حاضری میں اسے کھانا کھلانے کی سخت کوشش کی گئی۔ مگر وہ کچھ چیز کی طرف راغب ہوا۔ نوکروں نے سمجھا کہ وہ ضد کرتا ہے اور جب بھوک لگی تو کھائے پئے گا۔ مگر ان کا خیال غلط نکلا۔ آخر کار کہ کو اطلاع دی گئی وہ دوسرے لڑکے سے بچھٹے ہی خرگوش بتا ش ہو گیا۔ اسکی گود میں پہنچے کیلئے اچھلنے لگا۔ اور اس کے ہاتھ سے اس نے کھایا پیا۔

ایک طوطا ایک برہمن خاندان میں پالا گیا تھا۔ اسے اس خاندان کی ایک عورت سے انس ہو گیا۔ یہ عورت عالم شباب ہی میں بیمار ہو کر مر گئی۔ اس کی وفات کا گھڑالوں کی مانند طوطے کو بھی سخت ملال ہوا۔ اس نے کھانا پینا ترک کر دیا۔ اسے زبردستی کھلانے کی کوشش کی گئی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ چار دن کے بعد وہ بھی

بیچے میں مردہ پایا گیا۔

شمالی ہند کے ایک معزز خاندان کی ایک خاتون نے ایک ایرانی بلی پالی۔ یہ خاتون اپنے خاوند کی بہن کو جبکہ وہ بیمار تھی دیکھنے گئی۔ بلی کو اپنے ہمراہ نہ لے گئی۔ بلکہ اسپر ایک عورت کو نگران مقرر کر گئی اسکے جانے کے ایک ہفتہ بعد معلوم ہوا کہ بلی میا ہے اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ حیوانوں کے ہر علاج کو بلیا گیا۔ جسے خوب کچھ بھال کے بعد کہا کہ بلی کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ البتہ اسپر اپنی مالکہ کی جذباتی مشاق گدڑی ہے۔

چونکہ مالکہ کا جلد واپس آنا ناممکن تھا۔ اسلئے بلی چند ہی دن بعد غم سے کھل کھل کر مر گئی۔

چوری کر مولے حیوانات

جنوبی ہند کے ایک مقام میں ایک جوہری کے مکان میں ایک بچل پڑی۔ کیونکہ اس نے دیکھا۔ کہ چند آدمیوں کو بعض حوامہات فروخت کر دینے کے بعد ہمیشہ قیمت موتی زادہ ہیں۔ بھی خریدار دوکان سے جانے نہ پائے تھے۔ اسلئے ان کی تماشائی لگتی۔ انہوں نے بدانداز تماشائی فریدی۔ وہ بالکل یگانہ دیکھے۔ اس خوف کا ایک کوچ ایک گٹا سوتا ہوا نظر آیا جہاں جوہری بھی زادہ کے لئے بیٹھ گیا تھا۔ ایک حیدار نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ گٹا موتیوں کو نکل گیا ہو۔ اس نے اس شرط پر کہ گٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ گٹے کو ٹوٹا نہ شروع کیا۔ وہ گٹے کو ایک مشین پر ڈیڑھ سیر سے سرجن کے پاس لے گیا۔ اور اسے ایک ایسی ترکیب بتائی جس کے اثر سے گٹے نے موتی اگل دیے۔ ایک لکڑی پاری دوسرے ملکوں میں سفر کر رہا تھا۔ جبکہ دوران میں وہ مصدقات کے ایک ٹل میں مقیم ہوا۔ اور وہ ایک گمہ بینک پر گیا۔ اس کے پاس اس وقت ایک قیدی بھی تھا۔ ایک لکڑی پاری کی قیمت تین سو روپیہ تھی جس کو اس نے سنے سے پیشتر گناہ میسر پر رکھا۔ یہ دوسری طرح کو کاٹا تھا۔ اور تماش کرنے پر نہیں ملا۔ اسے تمام نوکرانے سے ایسے طریقہ میں تحقیقات کی۔ کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ مگر کچھ پتہ نہ ملا۔ دوسری رات کو جب وہ میسر پڑا۔ اپنے نقصان کے خیال میں تھا۔ تو اس نے چوہوں کو کھل ہٹ کے ساتھ دوڑتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت اسکے دل سے یہ خیال پیدا ہوا کہ میں ان کی دیر بھاگ سے اسکے کانٹے کا اٹھتی نہیں اسنے اٹھ کر دم تپتی کا ایک حصہ تراشا۔ اور اس میں دو را باندھا۔ پھر اس نے پنسل کی ایک گھڑی بنائی اور اس میں دوڑنے کی ایک یل باندھ دی۔ اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اگرچہ یہ دم تپتی اپنے بل میں بیٹھیں۔ تو وہ اس کی مدد سے دریافت کر سکیں گے کہ آیا وہ اس کا کاش لگتے ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد وہ آرام سے سو گیا۔ جب ہوا تو دم تپتی نلہ تھی۔ اسنے دوسرے کو دیکھا کہ دوسرے کو کہے کہ چلا گیا ہے۔ جو چوہوں کے بل کے اندر گھسنا ہوا ہے۔ اسنے بل کو کھنڈا۔ تو اس میں سے کئی چیزیں نکلیں۔ ان چیزوں میں اس کا کاش بھی تھا۔

بھیک مانگنے والے جانور

ایک کانوا یعنی سپارسی طوطا ایک شخص کے پاس تھا۔ جو مغربی لنڈن میں حجام کی دوکان پر تھا۔ جس قدر لوگ اس دوکان میں حجامت کرائے تھے وہ اُن سے یہ کہتا تھا۔ کہ چندہ کے بکس کو نہ بھولو ہر شخص بکس میں ایک ایک نہ ڈال جاتا تھا۔ کمزور کے نو میں حجام کے لٹکے تھے جس نے طوطے کو سکھایا ہوا تھا کہ بکس کھولا۔ تو اُس کے اندر سے اس قدر ایکینیاں نکلیں کہ جن کی رقم پونڈ یعنی ساٹھ روپیہ تھی +

جنوبی ہند کے ایک قصبہ میں ایک طوطا ہے جو اس صندوقچی کی نگرانی کرتا ہے جس میں مندر کے لئے دان کی رقم جمع کی جاتی ہے جس قدر لوگ اس مندر میں یا ترے لئے جاتے ہیں۔ طوطا ان کو بلند آوازیں دے کر بکس کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے۔ یا ترے اس میں کچھ نہ کچھ ڈال دیتے ہیں +

صوبہ مدراس میں ہر فرقہ کے لوگ ایک خاص قسم کا تنک پیشانی پر لگاتے ہیں۔ اُن میں سے جو لوگ بھیک پر گزارہ کرتے ہیں وہ ایک کتا پالتے ہیں جس کی پیشانی پر بھی تنک کا نشان بنا دیتے ہیں۔ اور کتے کے گلے میں بھیک برتن ڈال دیتے ہیں۔ کتا ہر شخص سے بھیک مانگتا ہے +

مدراس میں ایک لنگر ہے اور اندھے مسلمان فقیروں کے لئے کی جگہ اپنے طوطے سے گداگری میں امداد لی جاتی ہے اُس نے ایک رسول پر ایک صندوقچی لگا دی۔ اور اُس پر طوطا بٹھا دیا۔ طوطے کو اُس نے یہ الفاظ سکھائے تھے۔ کہ ”اندھے پر رحم کرو“ طوطا بٹھا ہوا گدے والوں کی جملہ سنا رہتا تھا۔ جو شخص اس بکس میں خیرات ڈالتا تھا۔ اُسے طوطا ہدایت دیگ ساتھ ساتھ بھجھکاتا اور سلام کرتا۔ اور ساتھ ہی زبان سے بھی سلام کرتا چلنے والوں کو اندھے فقیروں پر مل جاتا تھا۔ اور اس طرح وہ ہر روز روپیہ سواریہ جمع کر لیتا تھا۔ شام کے وقت فقیروں کی عورت آتی اور اسے معطوطے۔ رسول اور خیرات کی صندوقچی کے گھرے جاتی تھی۔ مگر صبح ہی ان کو مڑک کے کتے چھوڑ جاتی تھی +

سیا

ایک چھوٹا سا پرندہ دیکھنے میں ہے سیا
رہتا ہے بکس میں بھورا رنگ کچھ سیا ہی لئے
موسم بارش میں جب ہل جاتا ہے اُس کا لباس
بعد بارش پھر وہی ہے رنگ اصلی کی نمود
پر زانے بھر کی ہیں موجود اُس میں خوبیاں
اک برس کے بعد پھر ہوتی ہیں رنگ آمیزیاں
ہوتے ہیں سو قہر سیا کے رنگ پھر اُسے عیاں
انقلاب دہرے کچھ کم نہیں تبدیلیاں

کیسی خوبی سے بناتا ہے وہ اپنا آشیان
 اُس شجر پر جو بند ہی میں ہر چھوٹا آسمان
 مادہ لا کر دیا کرتی ہے اسکو تیلیاں
 لاکھ سے آباد رکھتا ہے وہ اپنا آشیان
 کہتی ہے گر اُس کیلئے بڑا انگریزی زبان
 موسم گل میں ہے وہ ستیاں گلزار جہاں
 اُسکی عقل و فہم و دانائی کا ہر کیونکر بیان
 واسطے چوں کے ہیں موجود سب چھپیاں
 نہکی جا ہے یا نہ وہ یا کہ گنج آشیان
 اُسپر اک جگنو بٹھاتا ہے بجائے شمع و راں
 جس سے ہے پُر نور رہتا رات کو اُسکا مکان
 اُنکئی گر بات کوئی ناخوشی کی حد میں
 کیسی کیسی کرتا ہے وہ معرکہ آرا ایشاں
 توڑتا انڈوں کے لے دیتا ہے چوٹی جاں
 جس سے خالی نہیں کوئی بھی مخلوق جہاں
 سنتے ہی آواز اُسکی سمت ہوتا ہے رول

ہے جفاکش وہ ہلاک ہے غضب کا وہ عقل
 بین کے مانند ہوتا ہے بلا شکر گھونسا
 نر اُسے تیار کرتا ہے خود اپنی چونچ سے
 کام میں شوق لگا ہے ہے کبھی نغمہ سرا
 در حقیقت خوب ہی شایاں ہے اُسکے نام
 آشیانے میں فقط برسات میں رہتا ہے وہ
 بچوں کے ہنسے کا گھر بھی وہ بناتا ہے جڑ
 ایک جگنو متصل ہوتا ہے جیسے خوشنما
 ساتھ چوں کے رہا کرتی ہے مادہ رات کو
 کیلی مٹی گھونسلے میں وہ لگا کر اک طرف
 شمع بزم افزہ کہتے کر کبشب تاب کو
 اپنے ہم جنسوں کا ہو جاتا ہے وہ دشمن ضرور
 کیا میاں تم سے کروں جنگِ جدل کا حال میں
 گھونسلے کو کاٹ دیتا ہے وہ اپنی چونچ سے
 جوشن اُسکی لگو نہیں ہے وہ خونِ انعام
 اپنے آقا سے بھی وہ مانوس ہوتا ہے بہت

جسکی قدرت کا ہے اک ادنیٰ کرشمہ بیا
 وہ ہے متعارف حقیقی۔ خالق کون و مکان

دیکھیں طبی معجزات

علمِ سیکر یا رچرچر

بیماری کے کیڑوں کا علم

برہمنا کی انتہا کا اندازہ دیکھا گیا ناممکن ہے جو دیکھتا ہے اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہیں دیکھ
 رہا ہے۔ سرائیس کے قانون سے معلوم کیا گیا ہے کہ روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ ۸۶ ہزار فی میل ہے

سورج زمین سے اتنی دور ہے کہ اس کی روشنی زمین تک پہنچنے میں ۸ منٹ لگتے ہیں۔ اور ایسے چمکتے ستارے ہیں۔ کہ جن کی روشنی ہمیں زمین پر پہنچتی ہے ایسے بھی ہیں کہ جن کی روشنی پہنچنے میں سال لگ جاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی جب دُنیائی ہے چل رہی ہے معلوم نہیں کہ کتنے تک پہنچے گی۔ یہ قصہ ہے دُور کا لیکن نزدیک کا قصہ بھی ایسا ہی عجیب ہے۔

جب ہم کمرے کے اندر بیٹھے ہوں۔ اس کی دیوار میں چھوٹا سا سوراخ ہو جس سے سورج کی کرنیں اکٹھی ہو کر گرین گلس روشن لائٹ میں سینکڑوں ذرے ہو اُن میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ خوردبین کا اصول ہے۔ ابھی نصف صدی کے اندر خوردبین کا انوکھا نمونہ ہے۔ اس آلہ نے انسان کے سامنے ایک نئی دُنیا رکھ دی ہے وہ دُنیا جس کا خالی آنکھوں سے خواب خیال میں بھی تپ نہیں لگا تھا۔ یہ میکرو یا کی دُنیا ہے جو یہ علم یہاں ہے مگر اس کا دائرہ تحقیقات کم کو یہ نہیں ہے۔ اور آئندہ زمانہ میں سب زیادہ ترقی کرنے والا یہی علم دکھائی دیتا ہے۔

ابھی کہنا کیا کہ تین بڑے حصے سمجھے جاتے تھے۔ مادیات۔ نباتات اور حیوانات۔ اسلئے بعض اصحاب میکرو یا کو نباتات کی ایک قسم جانتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی بہت سے میکرو یا ایسے ہیں جو نباتات کی نسبت حیوان سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں انہیں حیوانات میں شمار کیا جاتا ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ حقیقت میں میکرو یا کی دُنیا مادیات اور زندگی رکھنے والے حصہ (حیوانات) نباتات کے درمیان ایک جہستہ متوسط ہے اور خیریں سے ایک علیحدہ دُنیا ٹھہرنا پڑیگا۔ میکرو یا آنکھوں سے دیکھے جاسکتے۔ مگر یہ ہوا میں۔ پانی میں۔ کپڑوں کے اندر۔ انسانوں اور حیوانوں کے اندر اور باہر درختوں کے اندر اور باہر سب جگہ پائے جاتے ہیں۔ غرضیکہ کوئی جگہ نہیں جہاں یہ موجود نہ ہوں۔ ان کی تعداد بنانا اور حیوانات سے ہزاروں اور لاکھوں حصہ زیادہ ہے۔ انسان یا حیوان کی انٹرویوں میں لاکھوں کروڑوں میکرو یا ہیں۔

ایک قطرہ دودھ میں خوردبین کے ذریعہ دیکھنے پر سینکڑوں میکرو یا نظر آئینگے۔ اور ایک قطرہ چھاپھ میں اس سے کہیں زیادہ اور مختلف شکلی اور قسم کے دودھ کو خاص حد تک کم کرنے سے یہ سب جلتے ہیں اور دودھ ان سے صاف کیا جاسکتا ہے۔ ان کے ناموں کی فہرست کے لئے کتابوں کی کئی جلدیں لکھی جاسکتی ہیں حقوٹے عرصہ میں اس علم کے متعلق سینکڑوں کتب نکل چکی ہیں۔

اس جاندار کا سب سے بڑا خاصہ یہ ہے کہ یہ عرف ایک "سیل" خانہ یعنی کوٹھڑی رکھنے والا ہے۔ ایک "سیل" سے دوسری اس سے تیسری "سیل" فوراً بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح ایک سیل سے چند منٹ کے عرصہ میں

ہزاروں لاکھوں تک بیکٹریا بڑھ جاتے ہیں۔ ایک سیل کی زندگی ۲۰ منٹ تک ہوتی ہے۔
 مختلف مقامات میں بالکل نئے اقسام کے بیکٹریا پائے جاتے ہیں اور بعض خاص درجہ کی حرارت میں
 زندہ رہتے ہیں۔ لیکن ایک عقرہ درجہ کی سردی اور مقررہ درجہ کی حرارت سے اوپر زندہ نہیں رہتے اور
 بڑھتے ہیں۔ بیکٹریا کا سب سے بڑا کام زمین کو تیار کر کے اس قابل بنانا ہے کہ اس پر حیوانات اور نباتات کی
 زندگی قائم رکھیں۔ تمام نباتات زمین کو بطور خوراک استعمال کرتے ہیں اور ان کو حیوانات کھاتے ہیں۔
 بیکٹریا کا کام یہ ہے کہ جب حیوان یا پودے اپنی زندگی ختم کر دیں تو ان کے پس ماندہ پر عمل کر کے
 اپنی سے زمین میں وہ پھر اجزا مثال کر دیں جن سے زمین وہ خوراک جنما کر سکے۔ اس طرح سے یہ سلسلہ
 دائرہ کی شکل میں چلا جاتا ہے۔ اسلئے جتنا مادہ سٹرتا ہے وہ سارا عمل بیکٹریا کی طرف سے ہوتا ہے۔
 لیکن اس عمل کے لئے بیکٹریا کو ذرا سی مقدار کی مٹی کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ مٹی موجود نہ ہو تو وہ عمل
 نہیں کر سکتے۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ کھائی ہوئی سبزی یا خشک کیرا ہٹا گوشت نہیں سٹرتا۔ کیونکہ مٹی
 نکال دینے سے یہ ان کے عمل سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ بیکٹریا کی قبیلے مختلف پہلوؤں سے کی گئی ہیں۔
 مختلف مقامات میں مٹی کے محاذ سے تیسرے بعض زندہ مادہ سے خوراک حاصل کر کے بڑھنے اور بعض
 مردہ مادہ سے مثلاً پھٹی قسم کے بیکٹریا انسان کے انزیموں میں پائے جاتے ہیں اور جن کی بابت آجکل کے سب سے
 بڑے زندہ سائنس دان مینن کاہنٹ روٹس کی رائے ہے کہ وہ بڑھا پاپید کرتے ہیں اور وہ ایسی چیز کی
 تلاش و تحقیق میں مصروف ہے کہ جس سے یہ رائے جاسکیں اور انسان بڑھاپے اور موت کی بیماری سے
 بچ سکے۔

حقیقت میں اس نے رائے ظاہر کی ہے کہ چھچھ کے اندر جو بیکٹریا موجود ہوتے ہیں وہ انزیموں کے
 بیکٹریا کے عمل کو جن درجہ روکتے ہیں۔ اسلئے باقاعدہ چھچھ پینے والے لوگ بڑی عمر تک طاقت قائم رکھتے
 ہیں لیکن یہ کہ ہندوؤں کے یوگیوں کے یونی کر دی انزیمیاں صاف کرنے کا اس اصول کے مطابق کچھ اثر
 ہوتا ہو۔ چوتھی ان کی تقسیم شکلوں کی بناء پر بھی گئی ہے۔ بعض گول تھے ہیں بعض لمبے بعض بیڑھے۔
 لیکن عام مطلب کے لئے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو وہ جو انسان کو فائدہ بخش ہیں
 اور دوسرے وہ جو نقصان پہنچاتے ہیں پہلی قسم کے تو وہ ہیں جو ہماری مختلف حرکتوں میں کام آتے ہیں۔
 پتیر اور کھن بنانے میں اور مختلف قسم کی شراب بنانے میں۔ چڑے کو شہنشاہ بنانے میں۔ کاغذ بنانے کے کام میں
 بیکٹریا کا بہت سا حصہ ہے۔

ان کے علاوہ کاشت کاری میں تو بیکٹریا کا اتنا کام ہے کہ اگر کسی کلچرل بیکٹریا کو
ایک علیحدہ مضمون ہے زمین کے اندر پڑے کیلئے خوراک کا ذخیرہ ہوتا ہے لیکن وہ اس حالت میں نہیں
ہوتا کہ پودا اسے جذب کر سکے۔ اسلئے جب کاشت کی جاتی ہے تو ہوائ میں کے اندر داخل ہوتی ہے جس سے
بیکٹریا بڑھ کر زمین پر اپنا عمل کرتے اور کھاد وغیرہ حل ہو جاتے اسے مرکبات پیدا کرتے ہیں۔

ان مرکبات ایوینا اور اس سے نائٹرک ایسڈ بن کر پٹاشیم اور کیلشیم نائٹریٹ بنتے ہیں جن کو پودا
جذب کرتا ہے۔ اسلئے بعض اوقات زمین کو خالی چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ ایسی فصل مثلاً مٹر وغیرہ
بوتے جاتے ہیں۔ اور زمین کے اندر پڑے کی خوراک بھرتے ہیں۔

ان کے علاوہ امریکہ دیورسکے ممالک میں اس قسم کے بیکٹریا سے مصنوعی کھاد تیار کی جاتی ہے کاشتکار
میں اس علم کے استعمال سے یہ پتہ لگتا ہے کہ کون کون سے بیکٹریا پودوں کے لئے یا پھلدار درختوں کے
لئے بیماری پیدا کرتے ہیں اور کس طرح ان بیماریوں کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

دوسری قسم کی یعنی نقصان پہنچانے والے بیکٹریا وہ ہیں جن سے کئی طرح کے امراض پیدا
ہوتے ہیں اس حصہ کا تعلق زیادہ تر میڈیکل سائنس سے ہے اور ڈاکٹری کا علم رکھنے والوں نے نہ صرف
مختلف قسم کی بیماری پیدا کرنے والے بیکٹریا کی تحقیقات کی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ان کے تباہ کرنے کے
سامان بھی ڈھونڈھنے میں بہت کچھ کوشش کی ہے۔ ان نقصان دہ بیکٹریا کی موجودگی کا گمان
تو مدتوں سے چلا آتا ہے۔ ہندوستان میں اس کا کافی ثبوت ملتا ہے۔

بعض بیماریوں میں غریبوں ڈھوپ۔ گوگلی وغیرہ بیماری کے پائے جلاتی ہیں اور اس کا دھواں دستی
ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی چیزوں مثلاً ایک کو بچا بی میں برل کہتے ہیں (کو جلا یا جاتا ہے اور گندھک
بھی اس مطلب کے لئے جلائی جاتی ہے نہ صرف یہ بلکہ ان ذریعہ بیکٹریا کو انہیں کے ہر سے تباہ کرنے کا طریقہ بھی
ایک شکل میں بعض ایشیائی ممالک میں موجود تھا۔

اٹھارھویں صدی میں انگلستان کی ایک سیاح لیڈی مائن سیکو نے ٹیکہ لگانے کا طریقہ دوم
کے ملک میں دیکھا تھا۔ وہاں سے واپس جا کر اس نے انگلینڈ میں جاری کر دیا لیکن چند ایسے خطرناک نتیجے
پیدا ہوئے کہ اس کو بند کرنا پڑا۔ طریقہ یہ تھا کہ ایک چھچک والے بیمار سے زہر کو لیکر دوسرے بچوں کے اندر
داخل کیا جاتا تھا تا کہ وہ حملہ سے محفوظ رہیں مگر زہر داخل کرنے سے بعض اوقات یہ سخت نتیجہ نکلتا
تھا کہ اصل حملہ کے برابر ہی ہو جاتا تھا۔

چند سال بعد انگلینڈ میں ایک ڈاکٹر جیز ایک لڑکی کو ملا جبکہ وہ چھچک کا مریض دیکھ کر آ رہا تھا

ڈاکٹر نے لڑکی کو لڑکھانے سے روکا کہ اسپر بھی چھیک کا حملہ ہو جاوے گا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ وہ چھیک کا
تعلہ سے محفوظ ہے۔ کیونکہ گائے کے چھیک نکل چکی ہے۔

ڈاکٹر کو معلوم ہوا کہ گائے کے بھی اس طرح چھیک نکلتی ہے اور نسبت ہی نرم ہوتی ہے اسے دوبارہ
کا علاج گائے سے چھیک کا زہر لیکر داخل کرنے کے طریقہ پر مشورہ کیا چنانچہ تجربہ کرنے پر اس میں کامیابی ہوئی اور
ٹیکا کا علاج عام ہو گیا۔ اس کا نتیجہ نہایت تسلی بخش ہے۔ کیونکہ گائے کے چھیک کے مرض کو جربیکا اور ہیضہ کی طرح
پھیلا کر رکھتا ہے۔ یوروپ وغیرہ ممالک اس کا نکل و کر دیتے ہیں۔ لیکن اس قسم میں گائے کا سا شفا کاٹ پر کچھ مسلم
تھا۔

خود میں سے نکلی ہو جانے پر نسبت تمام لڑکیوں نے بیکٹریا کی موجودگی اور ان کے بیماری کے ساتھ تحقیقات
رائیڈ کر لیں لیکن کسی لڑکی کا مشہور عالم پھیلاؤ پر بھی خاص تھا۔ کہیں نے لیشی اپر سے کے اندر بیماری
کی تحقیقات کرتے ہوئے بیکٹریا کو علیحدہ کر کے ثابت کیا اور علیحدہ طور پر اسکی پرورش کی اس عالم نے چند سال
کے بعد توتی کی بیماری کا بیکٹریا اور اس کا ہی نہیں ہر سے پیدا کیا ہوا علاج نکالا۔ جو نہایت کامیاب علاج
سمجھا جاتا ہے۔

اس کے بعد لیشی میں لیڈن بڑے ڈاکٹر سر جوزف لیسٹرن نے بیکٹریا کی موجودگی رجنوں وغیرہ میں
دیکھ کر موجودہ انٹی میکٹریک سرجری کی بنیاد ڈالی۔ جہاں سے ان ایکسٹ عام ہے کہ سادوں بھادوں کے دنوں
میں اگر زخم ہو جائے تو بہت دیر میں اچھا ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس وقت خون چلا پڑ جاتا ہے یعنی
خون میں اچھا کرنے کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔

حقیقت یوں معلوم ہوتی ہے کہ اس موسم میں برسات کی وجہ سے ہوا اور تمام شیاں بیکٹریا سے
بھر رہے ہوتے ہیں۔ زخم ہوتے ہی بیکٹریا اندر داخل ہو جاتے ہیں اور زخم خواب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور انہی
بیکٹریک سرجری کا اصول یہ ہے کہ زخم کو ہر طرح سے بیکٹریا سے محفوظ رکھا جائے اور باقاعدہ بیکٹریا لانے
والے لوشن سے دھویا جائے۔

اس سے پہلے یہ خیال تھا کہ پیپ راک، اچھی ہوتی ہے اور زخم اچھا ہونے کی نشانی ہے لیکن اب یہ
کہ ہر قسم کی پس راک، بیکٹریا کے عمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور اگر زخم بیکٹریا سے صاف رکھا جائے تو خود بخود
بغیر راک بننے کے اچھا ہو جاتا ہے۔ صرف فیکس انٹی سپیکٹلشن سے دھولینا چاہیے۔

۱۸۸۳ء میں جرمن گورنمنٹ نے ایک کمیشن ہیضہ کی بیماری کی تحقیقات کے لئے ایشیا کو روانہ کی
اس وقت جرمنی کے مشہور ڈاکٹر کاخ نے ہیضہ کا بیکٹریا دریافت کیا۔ زیادہ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ

تقریباً وہ تمام بیماریاں جو ایک دوسرے کو ہرجاتی ہیں۔ خاص خاص سیکڑیا کی موجودگی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ڈچھریا بادفرنگ۔ ملیہ۔ منوینا۔ پتہ رن۔ پتہ محرقہ وغیرہ سب کا سب بکیر طریا ہیں۔

جن اصول پر نیکہ لگانا اتنا مفید ثابت ہوا ہے۔ اس اصول پر ان بیماریوں کے علاج نکالنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک کے طریقہ علاج میں جلد ایک طرح کا انقلاب ہو جاوے گا۔ بادفرنگ اور ڈچھریا کے لئے بالکل نئی شکل علاج نکل چکا ہے۔ ان نوز جرنی کے ایک ڈاکٹر فریٹمین نے پتہ رن کے مرض کا علاج نکالا ہے جس کے پورے کامیاب بننے کی امیدیں دلائی جاتی ہیں۔

جتنا میں نے لکھا ہے اس کا بہت سا حقیقہ تو میڈیکل سائنس کے متعلق ہے۔ لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو ہے جو عام لوگوں سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ اس علم نے زمین میں ایک درتید ملی پیدا کی ہے۔ وہ یہ کہ بجائے اسکے کہ لوگ بیماریوں کے علاج ڈھونڈیں۔ ایسی ترکیبیں عمل میں لائی جائیں۔ جن سے ان بیماریوں کا جو ہی ہوتا جائے۔ انگریزی کہاوت ہے روکنا بعد کے علاج سے بہتر ہے۔ ناظرین حیران نہ ہونے کے کیسے ممکن ہے اسکی ایک مثال امریکہ ممالک سے سامنے پیش کرتا ہے۔

امریکن لوگ اچل دینے کے ایک سب سے بڑے کام میں مشغول ہیں جو ہمیشہ تک امریکن بزرگی کی یادگار ہے گا۔ دو دینے کے بڑے سمندوں کو کھود کر ملانا اتنا عظیم کام ہے کہ امریکن لوگ ہی اس کا ارادہ کر سکتے تھے اور یہی اسکو تکمیل تک پہنچا لائے ہیں۔ اس سے پہلے فرانسس وغیرہ لوگوں نے شروع کر کے کروڑوں روپیہ اور جانوں کا نقصان کر کے چھوڑا تھا۔ عام دقتوں کے علاوہ سب بڑی دقت یہ تھی کہ اس تمام علاقہ میں طبعاً رنجار اس قدر تھا کہ مرد وروہاں پر کام ہی نہیں کر سکتے تھے۔ ہنر کا کام کرنے کے لئے یہ ضروری ہوا۔ کہ ملک بھارے سے آزاد کیا جائے۔ اس سے پہلے اس خاص محقر کے مانے کا کام شروع کیا گیا۔ جو میریا کا کیڑا ایک انسان سے دوسرے انسان میں بچا تھا۔ اس محقر کے ختم ہونے پر وہاں سے بھار کا نام مٹ گیا۔

اب معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک میں وہ زمانہ جلد آنے والا ہے جب کٹرلوں کو زیادہ علاج نہ کرنا ہوگا بلکہ گاؤں اور شہروں کی آب ہوا اور عام صحت کی نگہبانی کرنی ہوگی۔ تاکہ کوئی بیماری کسی راستہ سے داخل نہ ہوئے۔

ڈاکٹر صرف معالج ہی نہ ہونگے۔ بلکہ عام طور پر رچا حفظ صحت ہونگے۔ اور اس کے لئے بہت کام کرنے کی ہمارے ملک میں جس قدر ضرورت ہے۔ صفحہ ہستی پر کرسی اور جگہ نہ ہوگی۔

نیپال کی ترائی اتنا بڑا علاقہ ہے۔ مگر سیکڑیا کی وجہ سے آباد نہیں ہو سکتا۔ اگر امریکن لوگ ایک ملک کو بچائے آزاد کر سکتے ہیں تو کیا نیپال راگرواں کوئی عقل دہنہ رکھتا ہو۔ اسے قابل آبادی نہیں بنا سکتا

یو کلیش (سفیدہ) کے درخت عام طور پر لگائے سے زمین دلدل سے خشک جاتی ہے۔ اور ٹیڑھا سے آزاد ہو سکتی ہے یہ درخت خود بخود چار سال میں بڑھ کر پھل جاتے ہیں۔ دوسرے پھلنے والی بیماریوں کے لئے ہمارے ملک کے نہ صرف چاروں طرف سے دروازے کھلے ہیں۔ بلکہ ان کو ہلانے کے سبب ان موجود ہیں صرف یہی قیمت ملک ہے جس کے ہٹنے والے روز بروز بیماریوں کا شکار ہوتے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہے۔ گاؤں اور شہروں میں صفائی کا کوئی انتظام نہیں۔ اور لوگوں کو صفائی کے قاعدے کا علم نہیں اسلئے عرض کرتا ہوں کہ قصبوں اور شہروں کی کمیٹیوں کے ممبروں کو دریا ستوں میں تمام دیسی ذرہ دار انسانوں کو اس سائنس کے عام اصولوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ کہ پبلک کے حفظان صحت کے فرائض انجام دینے کی بیعت پیدا ہو۔ کوئی شخص ذاتی طور پر کتنا ہی صحت کا خیال رکھے لیکن جب پبلک کی صحت کا کوئی انتظام نہ ہو۔ تو وہ دوسروں کی برائیوں سے پیدا شدہ بیماریوں کا شکار ہو جاوے گا۔

بیکٹیریا کے تباہ کرنے والے سامان عمومی طور پر مندرجہ ذیل ہیں:-

سورج کی روشنی سورج کی کرنوں میں بیکٹیریا کو ہلاک کرنے کی طاقت موجود ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ سب کائنات خاص طریقہ پر اوریکیٹی کی منظوری سے بنائے جائیں جن میں روشنی کا کافی انتظام ہو شہروں کی گلیوں اور کوچوں کی صفائی باقاعدہ ہونی چاہئے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہماری خوراک کا پس ماندہ کہیں گھر میں رہنا چاہئے۔ کیونکہ بیکٹیریا بھی یہی خوراک پسند کرتے ہیں اور وہاں پر فوراً بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

بعض جانوروں سے اپنے آپ کو محفوظ کرنا بکھیاں گرتی کے موسم میں غلاظت کا منبع ہوتی ہیں اس سے جہاں تک ہو سکے۔ خوراک وغیرہ کو بچانا چاہئے اور چھروں سے جسم کو بچانا چاہئے۔ اگر ان کی وجہ سے بچاؤ پھینکا ہو تو کیرمین تیل ڈال کر ان کو مارنا بھی پڑتا ہے۔

جس گھر میں ایسی بیماری ہو۔ اس مکان کو صاف کرنے کے لئے جرم ہلاک کرنے والی اشیاء استعمال کرنی پڑتی ہیں۔ جنہیں کاربانک لوشن۔ گندھک جلانا اور غلیظ جگہ پر چونڈ ڈال دینا وغیرہ مفید ہے خالی گھر کے اندر آگ جلانے کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔ پرنے زائید میں ہونے کا دستور جرم ہلاک کرنے کا بڑا ذریعہ تھا۔

○ (۵) ○

چہرہ کی چھینیدنی کے واسطے تخم مولی۔ گوگل کو پانی میں پسینا کر کے صبح کے وقت آپ بیکٹیریا سے دھو ڈالنا کریں۔ چند روز کے استعمال سے چہرہ صاف ہو جائیگا۔

بچہ کیوں قتل ہے

بچہ کے رونے کی طرز سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ جب بچہ سخت جدا کر دیا تو بھی لو کہ اس کے پیٹ میں دھنسا اور اسے دوائی پلانے کی ضرورت ہے۔ اگر کیا کہہ دیتے اور چپ نہ ہوتے کہ آں آں کرتا چلا جاتے اور نہ ہوتا تو اس کے سر میں درد ہوتا ہوگا۔ جب بچہ کبھی روتے اور کبھی چپ ہو جاتے اور اس کے چہرے سے غیظ و غضب کے آثار نمایاں ہوں تو وہ دانت دکاتا ہوگا۔ بچہ کا پیٹ اس طرح رو رہا ہے کہ گویا اس میں ہر قسم کی طاقت نہیں رہی۔ بچہ کو جب ٹی ٹیکہ لگایا جاتا ہے تو اس کے آنسو کم نکلتے ہیں۔ مگر وہ ہاتھوں سے نکل نکل جاتا ہے اور جسم کو سخت طور پر ملتا ہے۔ ہوشیار بچے جو ان باتوں کا خیال رکھیں معلوم کر سکتی ہیں کہ ان کے بچہ کو کیا ٹیکہ لگایا جاتا ہے۔

ناگ مار بھنگرے

بھنگرے مشہور دوا شدھی ہے۔ ناگ مار بھنگرے کا ایک نام ہے۔ اگرچہ بھنگرے کے اور بھی بہت سے نام ہیں لیکن یہاں صرف اسی بات پر زور دیا کرنا ہے کہ بھنگرے کو ناگ مار کیوں کہا گیا ہے یہ بھی کہا نہیں جاسکتا کہ ناگ مار بھنگرے کے سواٹے اور کسی دوا شدھی کا نام نہیں۔

ناگ سانپ کو کہتے ہیں جس طرح کڑے بادام کے کھانسیے طوطا مر جاتا ہے اور کیر کے کھانسنے سے گھوڑا مر جاتا ہے وغیرہ۔ اسی طرح اگر بھنگرے کسی طرح سانپ کو کھلا دیا جائے تو سانپ جاگتے چلنے پھرنے میں سانس پتے ہوں۔ ان میں بھنگرے کی گولیاں لٹے وغیرہ میں اسپٹ کڑا دیں۔ ان کے کھانسیے سانپ مر جائیگے۔ بھنگرے سانپوں کو بھی نہیں مارا۔ بلکہ سانپ کے زہر کو بھی مارا ہے۔ بھنگرے کا رس پلانے سے سانپ کا زہر دور ہو جاتا ہے۔

ناگ اٹھی کو بھی کہتے ہیں بھنگرے کے کھانسیے۔ صرف یہ کہ سانپ ہی مر جاتا ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ سانپ کا زہر ہی دور ہو جاتا ہے۔ بلکہ اٹھی بھی مر جاتا ہے۔ کس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سانپ کو مارنے سانپ کا زہر مارنے اور اٹھی کو مارنے کے لئے بھنگرے کی مقدار خوراک کس قدر کافی ہے۔

ناگ میٹھکے یعنی بادل کا نام بھی ہے۔ جہاں آتی درشا ہوتی ہو بے وقت بارش ہو رہی ہو۔

خشک بھنگے ہون کرنا بادلوں کو دُور کرتا ہے۔

ناگ ناگرموتھ کو بھی کہتے ہیں۔ اگر ناگرموتھ کے اُتی یوگ یا مٹھیا یوگ سے کوئی دکار پیدا ہو گیا ہو تو وہ بھی بھنگے کے استعمال سے دُور ہو جاتا ہے۔ ناگرموتھ جیسی دھامان چیز سے بھی دکار پیدا ہو سکتا ہے۔ اس میں سنبھیر نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ کوئی بھی چیز سو اُتی یوگ یا مٹھیا یوگ سے اُتی کا رک گئی ہے۔ کسی نسخہ یا یوگ میں اگر بھنگہ اور ناگرموتھ ساتھ ساتھ ہوں۔ تو بھنگہ ناگرموتھ کے اثر کو دبا لیتا ہے۔ بھنگہ جس نسخہ میں ڈالا گیا ہو۔ اس میں ناگرموتھ کا ڈالنا بے فائدہ ہو جاتا ہے۔

جہاں ناگرموتھ بادلوں کو لاتا ہے وہاں بھنگہ بادلوں کو دُور کرتا ہے۔ اس لحاظ سے ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جہاں بارش نہ ہوتی ہو۔ اور بارش کی ضرورت ہو وہاں ناگرموتھ کے ہون سے بادلوں کو لایا اور باریا جاسکتا ہے۔ اور جہاں بارش بے موقع ہوتی ہو۔ یا ضرورت سے زیادہ ہوتی ہو۔ اُن بھنگے کے ہون سے بارش بند اور بادلوں کو دُور کیا جاسکتا ہے۔ بادلوں کو لانے اور دُور کرنے میں اُٹھول سے بچیں لوگوں کو رشک ہو سکتا ہے۔

بھنگہ جہاں بارش اور بادلوں کو دُور کرتا ہے وہاں اُن لوگوں کو بھی دُور کرتا ہے جو بارش اور بادلوں کے کارن پیدا کرتے ہیں۔ بارش اور بادلوں کے کارن کون کون روک پیدا کرتے ہیں، اور پھر بھنگہ کس کس طرح استعمال کیا ہو اُن کو دُور کرتا ہے یہ بتلانے کیلئے، ایک کتاب بھی جاسکتی ہے۔ جہاں صرف بطور اشارہ بتلایا گیا ہے۔ اگر ہر سکا تو کبھی اس پر فصل بھی لگچھا جائیگا۔ بڑھی وان سجنوں کو اس اشارے سے ہی فائدہ اُٹھانا چاہئے۔

بھنگہ سیکھ اور دل کے دوشوں کو بھی دُور کرتا ہے۔ بیکہ کے دوش یا دوشوں کا ذکر کیا گیا کہ تو دیکھا جاتا ہے کہ ایک جگہ سکھنے والے منشیہ کے دوسری جگہ کا پانی موافق نہیں آتا۔ اور طرح طرح کے امراض کا کارن بن جاتا ہے۔ بھنگے کے استعمال سے جل کا دوش بھی دُور ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی جگہ کا پانی موافق نہ آتا ہو۔ تو اسے چاہئے کہ خشک اور باریک پسا ہوا بھنگہ پانی کے ساتھ صبح و شام چار چار ماشہ کھالیا کرے۔ جن لوگوں کو پیشہ سفر میں ہی ہونا پڑتا ہو۔ ان کے لئے بھنگے کا استعمال نہایت مفید ہے۔

ناگ کیسہ کو بھی ناگ کہتے ہیں۔ ناگ کیسہ کے اُتی یوگ یا مٹھیا یوگ سے ہونے والے روک بھی بھنگے کے استعمال سے دُور ہو جاتے ہیں اور بھنگہ ناگ کیسہ کو بھی بہت یا بے اثر کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ سے یا زیادہ عرصہ سے لوگ ان لوگوں سے بچیں کہ بھنگہ اور ناگرموتھ اور بھنگے اور ناگ کیسہ کو کھاتے ہیں۔

کرنے لگے ہوں +

ناگس وایو کا نام بھی ہے کہ جوڑ کار لانا ہے۔ ڈکار نہ آتے ہوں رک کرتے ہوں یا زیادہ ہوں۔ بھنگرے کا استعمال کرنا مفید ہے۔ چار چار ماہ صبح و شام کھانا کھانے کے بعد پانی کے ساتھ کھانا چاہئے +

گر کچھ اشیہ درجہ میں چرنے والا والا بھی ناگ کہلاتا ہے۔ بکے و کار سے بانجھ پن بھی دور ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں بھنگرے کا استعمال کرنا مفید ہے۔ بانجھ عورت کو صبح و شام کھانے کے گرم دودھ کے ساتھ بائیکا پس کر کے پھر چھان کیا ہوا بھنگرہ چار چار ماہ کھلانا چاہئے +

قسطی سیسہ اور جہت کا نام بھی ناگ ہے۔ بھنگرہ ان کو بھی مارتا ہے۔ یہ تینوں دھاتیں الگ الگ ہوں یا پہلی ہوئی ہوں۔ بھنگرے سے آشت ہو جاتی ہیں۔ ان تینوں میں سے کسی بھی دھات کو کاشتہ کرنا ہوتا ہے۔ کچھ کچھ کاشتہ کرنا ہوتا ہے۔ بھنگرے سے اس میں یا جو شائے میں گجھائیں۔ شہد ہو جائیگی۔ اس کے بعد مٹی کے برتن کو آگ پر چڑھا کر بعد پانچ دو دھاتوں ڈال کر بکڑی سے ہلاتے ہیں۔ جب گچھ جائے تب بھنگرے کو جو پٹا ہوتا ہو چکی چکی ڈال کر چھانے میں لے دیتے۔ گھٹنے میں اچھی مہسم ہو جاتی ہے۔ اگر ان تینوں دھاتوں کو ملا کر کاشتہ تیار کریں۔ تو یہ تر دھات کہلاتا ہے۔ بطرح تیار کی ہوئی کوئی دھات یا تر دھات۔ پر یہ سیسہ زاک و قرعہ رتوں کے میدان لرحم غیرہ دانتوں کو دور کرتا ہے۔ ساسب انہوں سے کھلانا چاہئے +

اس میں یہ مطلب نہ لیا جائے کہ بھنگرہ سوائے ان تین دھاتوں کے کسی اور دھات کو مہسم نہیں کر سکتا۔ بھنگرے کو ناگ ماریوں کہا گیا ہے۔ اس پر یہ چھوٹا سا لیکھ کسی قدر روشنی ڈالتا ہے۔ ناگ مارشہ کے اندر بھی اور کس قدر تن بھرے ہوئے ہیں یہ نام جانے +

بھنگرے کی چائے

عینک ٹی تو انھیں قائم در نہ اندھے۔ دانت خرابی سے میں تو لاکھوں و پیہ مین اور برش ولایت سے منگوئے جاتے ہیں۔ دیگر دانت جاتے ہیں۔ تو بھی لاکھوں کے مصنوعی دانت بنانے پڑتے ہیں۔ لاکھوں مرد و عورتوں کے اپنی غلیظوں یا غلط کاریوں سے وقت سے پہلے ہی بال سفید ہو جاتے ہیں۔ بالوں کو کالا کرنے کے لئے لاکھوں و پیہ کا خضاب بھی دوسرے ملکوں سے آتا ہے۔ چونکہ ولایت کے خضاب میں تیراب ہوتا ہے۔ اس سے بالوں کی بھی جڑیں بھی کمزور ہو جاتی ہیں +

در اصل آنکھوں، انتوں اور بالوں کی حفاظت یا خوبصورتی کے نام پر لیش کی دولت لٹ ہی ہے اور
دیش عالم گیر مصیبت میں مبتلا ہے۔ اگر ہم اپنی معمولی چیزوں کو غیر معمولی لاڈ لڑ ہی سے نظر انداز نہ کر دیتے
تو سچ آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا۔

بھولانہ جلنے، جوشام کو گھرا جائے

ابھی وقت ہے اگر ہم اب بھی سنبھل جائیں۔ تو کچھ کچھ نہیں بگڑا۔ ہمارے دیش میں ہتھیار ایسی چیز
ہیں کہ جن میں سے اگر ہم ایک کا بھی باقاعدہ استعمال کریں۔ تو نہ آنکھیں جائیں۔ نہ دانت خراب ہوں۔ اور
ذبال ہی بے وقت سفید ہوں۔ اور اگر آنکھوں، انتوں اور بالوں میں خرابی آ بھی گئی ہو۔ تو بھی دُور ہو جائے
اور وہ چیزیں بھی ایسی ہیں کہ عموماً بجز کسی وقت کے مل سکتی ہیں۔ اور اگر قیمت بھی رگانی پڑے۔ تو بہت بھڑکی
مثال کے طور پر یہاں بھنگے کا ذکر کرتا ہوں۔

دیاؤں۔ ندیوں۔ پھیلوں اور جوہڑوں وغیرہ کے کنارے اور باغ اور باغیچوں میں کہ چہل قدمی ہر
ترتیبی ہو۔ بھنگہ بکثرت پایا جاتا ہے۔ سفید پھول کا بھنگہ عموماً ملتا ہے۔ اور سیاہ پھول کا بہت کم۔ لوگوں
میں شہوری ہی ہے کہ بھنگہ سفید اور سیاہ پھول کے لحاظ سے دو ہی قسم کا ہوتا ہے۔ لیکن شالگ نام گھسٹو بھوشن
کرتے زرد پھول کا بھنگہ بھی بتلایا ہے۔ زرد پھول کا بھنگہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ وہ تو بھنگہ دارانت ہے۔ جو
چیزیں نہ کہ بالوں کی بکھی بکھیں اور نہ کسی سے نہیں وہ اپنی آنکھوں سے کھلیں۔ سفید رنگ کے کوٹے، سرخ اور سفید
رنگ کے طوطے، سفید موغیرہ چڑیا گھڑوں میں دیکھ لئے۔ آخر وہ دنیا کے کسی کسی حصے میں ضرور پائے جاتے ہیں
یہ اس لئے لکھا ہے کہ جہاں سفید اور سیاہ زرد پھول کا بھنگہ بتلایا گیا ہے وہاں میں نے ایک ہی کے کنارے جو
کوہ کندہ گھاٹ اور چائل کے درمیان پگڈنڈی کے راستے جلتے ہوئے ملتی ہے۔ سرخ پھول کا بھنگہ بھی دیکھا
ہے۔

گلابی رنگ، مانا گیا ہے کہ جو گلاب کے پھول جیسا ہو۔ اس وقت سے مانا جاتا ہے۔ جبکہ لوگوں کو گلاب کے
پھول کا ایک ہی رنگ یعنی مشہور گلابی، معلوم تھا۔ لیکن اب ہم اپنی آنکھوں سے علاوہ گلابی رنگ کے پھول
وے گلاب کے سفید پھول۔ زرد پھول۔ گل عباسی پھول۔ بیننی پھول۔ محبھی پھول۔ موتیا پھول۔ پینلا
پھول اور سیاہ رنگ کے پھول وے گلاب کے پودے بھی دیکھ رہے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ ایک دن سبز رنگ
وے پھول کا گلاب دیکھیں گے وغیرہ۔

بھنگہ اور کس کس رنگ ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔
چونکہ ہمارے دیش میں رجحان تک کہ اقلیت کا کام کرتی ہے۔ عموماً سفید پھول کا بھنگہ ہی زیادہ تریا یا

جاتا ہے۔ اسلئے یہاں کے متعلق ہی لکھا جاتا ہے۔

غیر وچار اور طبی مشورے کے چائے پی کر ہمارا دھسے سے زیادہ دیش پائل بن رہے بہت سے آدمی چائے کے اس قدر عادی ہو گئے ہیں کہ اگر ان کو وقت پر تیار چائے نہ ملے تو وہ کئی چائے چاکر پانی کے چند گھونٹ پی لیتے ہیں۔

چائے کے استعمال سے جہاں اس دیش کے لوگوں کی صحت پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ وہاں پیسہ پیسہ اکٹھا ہو کر وڈوں اور غیر ملکی کاشتکاروں یا بیوپاریوں کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ بہر صورت ہمارا دیش چائے میں مبتلا ہے۔

بھنگہ سرائیں جتنی کھینچا ہوا چائے اور سیرانی میں تم آنچ پر اکٹائیں جبکہ دھ پاؤ پانی باقی رہ جائے تب چھان کر پاؤ بھر گندے گرم دودھ میں ملائیں ایک تھلے لگ کر دھسے کو آگ پر چڑھائیں جب گھی پک جائے تب بھنگہ کے کا جوشاندہ ملا ہوا دودھ ان میں چھوڑ دیں اور تاک کر سب زیت کا دھلا کر گرم گرم پی لیا کریں صبح کے وقت ہمارے اور رات کو کھانا کھانے کے ایک گھنٹہ پہلے پینا چاہئے۔ جوشاندہ بنانے سے پہلے بھنگہ کو پانی میں دھو ڈالنا چاہئے تاکہ گرمی دور ہو جائے۔ ضروری نہیں کہ دودھ پاؤ بھر سی ہو۔ لوگ زیادہ پینا چاہیں اور صدمہ کر سکتے ہوں وہ زیادہ بھی ڈال سکتے ہیں، اسی طرح گھی کی مقدار بھی حسبِ صدمہ بڑھائی جا سکتی ہے۔

جو لوگ اپنی صحت سے پیار کرتے ہوں ان کو چاہئے کہ سر دین میں انفر صحت چائے کے استعمال کو چھوڑ کر مذکورہ بالا بھنگہ کے چائے کا استعمال کریں۔

اس کے فائدے۔ اگر تندرست آدمی استعمال کرے تو اس کی دانت بڑی عمدہ رہیں گے اور مضبوط رہیں گے۔ انھوں کی نگاہ بڑھ جائیگی اور بڑھ چکے میں بھی کمزور نہ ہوگی۔ بال وقت سے پیسہ سفید نہ ہونگے۔ بڑھاپا آنے پر بھی بہت دیر تک سیاہ رہیں گے۔ کافوں کی سننے کی طاقت دیر تک قائم رہے گی تو حافظہ زائل نہ ہوگی۔ بدن پر بھڑکائی نہ پڑیگی۔ نزلہ وزکام کے حملہ کا ڈر نہ رہیگا۔

اسکے دیگر استعمال سے ہلکے ہلکے دانت مضبوط ہو جاتے ہیں۔ کمزور دانت کی نگاہ دور ہو جاتی ہے۔ سفید بال دوبارہ سیاہ ہو جاتے ہیں۔ بہرہ پن دور ہو جاتا ہے۔ لسیان۔ مرگی۔ پاگل پن اور سیڑیا دور ہو جاتا ہے۔ کمزوری حافظہ دور ہو جاتی ہے۔ بدن اور چہرے کی جھریاں دور ہو جاتی ہیں۔ خشک دمہ اور خشک کھانسی میں بھی مفید ہے۔ ہمک ہمیشہ استعمال کر نیوالے لوگ بہت مراعض سے محفوظ رہ کر لمبی پاتے ہیں۔ مستقل مزاج آدمی ان سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

بڑا کا دودھ

اگر اس دلش کے بچوں کو جلد نہ سمجھا لایا۔ اور وہ عالم گیر صحبت کے کارن دقت سے پہلے اور ضرورت سے زیادہ دیر یہ کانش اسی طرح کرتے رہے تو جلد ہی اس کا نتیجہ ہوگا۔ کہ دیر یہ ہیں دلش اولاد پیدا کرنے کے قابل ہی نہیں ہے گا۔

بھارت سرکار اور بھارت کے نینا سوسٹے پڑے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں اور بچوں کی شادی یا بربادی ہو رہی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے جو خوف و خطر دیر یہ کا غزانہ بنا کر رہا اور کمزور رہ کر جلدی جلدی موت کے گھاٹ اتر رہے ہیں۔ انکی کوئی خبر نہیں لیتا۔

اپنے ہاتھوں اپنے دیر یہ کانش کر کے اپنی زندگی کو برباد کر کے بھی جوانی میں بوڑھوں سے بدتر ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف یہ خود مایوسی اور نا اُمیدی کے سمندر میں غرق ہو کر بڑے دکھ سے زندگی کے دن کاٹتے ہیں دوسری طرف ان نامردوں کی عویق جن کی رکشا اور شکشا کا ان کی طرح ہی کوئی پر بندہ نہیں۔ ان نامردوں سے نا اُمید ہو کر پتی برت بھرم کو چھوٹے چھوٹے بچے برباد ہو کر غیر مڑوں سے مُنہ کالا کرتی ہیں۔

اس طرح جو دلش کبھی پتی برت اور استری برت مہرم کا دمھام بنا ہوا تھا۔ آج وہ بچکار کی منڈی بن رہا ہے اور یہ ایک ایسا پاپ ہے کہ جو دلش کی کشش کے نوں دن ڈبو تا چلا جا رہا ہے۔ بہتا بھرتی بری نے ٹھیک کہا ہے کہ

ہم بوڑھے بچتے ہیں۔ مگر ترشنا بوڑھی نہیں ہوتی

ایک طرف تو اس دلش کے جوانوں اور نوجوانوں کی یہ حالت ہے دوسری طرف اس دلش میں کا ماندہ بوڑھوں کی بھی کمی نہیں۔ موت کے مُنہ میں جانا چاہتے ہیں۔ قبروں میں پاؤں ٹسکے ہوئے ہیں۔ پھر بھی کام داسنا کو نہیں چھوڑتے۔ ظاہر ہیں انھیں نہ دیکھیں تو نہ دیکھیں ورنہ اوستھا تو یہ ہے۔ کہ اس دلش کا کرہ ہوا ئی ہی کام لگتی ہے جل رہا ہے۔

جو لوگ جوانی سے پہلے دیر یہ کانش نہیں کرتے وہ عمر بھر آندھے ہتے ہیں برخلاف اس کے جو بچپن میں ہی اپنے قیمتی سناہ کو ختم کر چکے ہیں وہ عمر بھر طاقیت کی تلاش میں رہتے رہتے پھرتے ہیں۔

”اندھے اندھوں کے دکھشک“ کے مطابق اپنے بھلے اور بُرے کی تیز کی طرف سے اندھے بچوں کے مانا پتا بھی اندھے ہی جاتے ہیں۔ بیشمار مثالیں ہر جگہ نظر آرہی ہیں کہ لڑکا چودہ سال کا ہو نیسے پہلے ہی نامرد ہو جاتا ہے۔ اچھا مانا پتا اس حالت میں بھی اسکی شادی کر دیتے ہیں۔ وہ نامرد لڑکا تو مرنا ہوتا

ہی ہے۔ اس کے ساتھ ایک بگینا دیوی کو بھی عمر بھر کے لئے تباہ کر دیتے ہیں +
 میں ایک ایسے شخص سے واقف ہوں۔ کہ جو ذی عزت۔ بیوقوف۔ ساتھ ہی بدتمت بھی ہے۔
 جوانی سے پہلے اس لڑکا نامرد ہو چکا ہے۔ سپر اسکی شادی کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب دیکھا۔ کہ اسکے
 کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ تو بجائے اس کے کہ اس نامرد لڑکے کا طبی معائنہ کرایا جاتا۔ اسکی دوسری شادی
 کر دی۔ نامرد لڑکا ہے عورتیں اس کے ساتھ دوباندھ دیکھتی ہیں۔ لڑکاروں کا ہے۔ ادھر بے چارے عورتیں
 سر پڑھتی ہیں۔ بس نام کے ساتھ ساتھ اور بھی کیا کچھ ہو رہا ہے اسے بہت لوگ جانتے ہیں۔ ایک طرف
 دولت لٹ رہی ہے دوسری طرف عزت جا رہی ہے +

اس قسم کے دھتور کی ہن لیش میں کمی نہیں۔ کوئی ہے جو اس دیش کا اس پیٹھوں میں سدا کرے؟
 سائے کا سارا دیش کام اگنی میں جل رہا ہے۔ کام سا گر میں ڈوب رہا ہے۔ بھارت سرکار بھارت کی پر جا
 اور بھارت کے نیتا کانوں میں تیل ڈالے پڑے ہیں۔ جن باتوں سے دیش کی دراصل جڑیں مضبوط
 ہو سکتی ہیں۔ ان کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔ نئی باتوں کے لئے شور مچا کر طاقت کا ناش کیا
 جا رہا ہے +

دیش کے بوڑھوں کو دیش کے جوانوں کو طاقت کی ضرورت ہے اور یہ طاقت کی تلاش میں
 بائے ہو کر ادھر ادھر لاقہ پاؤں مار رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر انیک سدویندوں کی دیکھا دیکھی ہتیار
 بھرد پیوں نے ویندوں کا سوانگ بھر کر دیش کے نامردوں اور طاقت کے خواہش مندوں کو طرح
 طرح کے دم بھانسنے دیکر ٹوٹا شروع کر دیا ہے۔ اور یہ ٹوٹ عالم گیر ہو چکی ہے۔ برسوں کی بدعت الیوں
 سے پیدا کردہ نامردی و کمزوری کو دونوں میں دُر کرنے کے سبز باغ دکھلا کر لوگوں کو اندھا بنایا جا
 رہا ہے۔ دیر سے خالی لوگوں میں عقل کہاں! اسلئے یہ لوگ بھی نہیں سوچتے۔ کہ برسوں کا دگ چند دنوں
 میں کیسے دُر ہو سکتا ہے؟ آخر جگہ بہ جگہ مُنہ کی کھاتے ہیں۔ طاقت کیلئے دوڑتے دوڑتے دو
 بھی کھو بیٹھتے ہیں +

جہاں تک ہمدردی آواز کام کر سکتی ہو۔ وہاں تک ان لوگوں کے لئے کہ جو کسی نہ کسی طرح نامرد
 ہو چکے ہوں۔ کمزوری یا جرم میں مبتلا ہوں۔ مندرجہ ذیل بڑکا دودھ دوا بھی ہے اور غذا بھی
 ہے۔ اسکے لگانا کچھ عرصہ ہستمال سے نافذہ اُٹھائیں +

بڑکے دودھ سے یہاں دُہ دودھ مراد نہیں ہے کہ جو بڑکے پتوں کو توڑنے سے ہنسیوں یا
 تے میں چھید کر پیسے نکلتا ہے +

بڑی دو تولہ کونپلوں کو کوٹ کر ادھ سیر پانی میں جوش دیں۔ جب ادھ پاؤ پانی باقی رہ جائے تب مل چھان کے گٹو کے ادھ سیر گرم دودھ میں ملائیں۔ اور پھر نرم آٹے پر پکا پیش جب صرف دودھ باقی رہ جائے تب حسب ذرت کھانڈ ملا کر صبح اور اسی طرح شام کی وقت پیش۔ اگر لگا تا استعمال کیا جائے۔ اور دیر یہ کو صلا نہ ہونے دیا جائے۔ تو دو ماہ میں ہی حیرت انگیز تبدیلی ہو سکتی ہے لیکن ایک سال تک استعمال کرتے رہنے چاہئے۔ تندرست آدمی بھی اس کے استعمال سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ سرخوں میں اس دودھ میں حسب طقت ہاضمہ لگی ملا کر بھی پیا جاسکتا ہے۔ کمزوری نامردی اور جربان کے مریضوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ صرف دودھ اور کھانڈ کا خرچ ہے۔ ذرا سی محنت کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ بڑی کونپلوں کی کمی نہیں۔ اگر کونپل میں توپتے بھی کام میں لائے جاسکتے ہیں۔

جہاں بڑا درخت نہ ہو۔ وہاں کے لوگ دوسری جگہ سے منگوا کر خشک کونپلوں اور خشک توتوں سے کام لے سکتے ہیں۔ خشک کی تعداد ایک قوت کے لئے ایک لہ کافی ہے۔ اس دودھ کے پینے کے بعد جب تک بھوک خوب لگے۔ اس وقت تک کھانا نہ کھانا چاہئے۔

چند آزمودہ اور بہت قیمتی نسخے

اکسیر اللہق

بنسلوچن ایک لہ۔ کبریا شمی ۶ ماشہ۔ کافور بھیم سینہ ۶ ماشہ۔ مروارید سفید ۶ ماشہ۔ دانہ الاٹھی خور
ایک لہ۔ رومی مصطلکی ایک تولہ۔ کیس کشمیری ۶ ماشہ۔ بک توری ۶ ماشہ۔ چوب صندل سفید پانچ تولہ
۶ ماشہ۔ سب چیزوں کو اس قدر کھل کریں کہ عینار کی مانند ہو جائے۔ انہیں سے دو ماشہ مخلوط کر کے آملا
ایک دہلیں ملا کر چار تولہ شربت اور تین چھٹانک سند جربیل کے ہمراہ مریض کی کو صبح اور شام کھلایا کریں۔
نسخہ عرق۔ گلو سبز ۲ تولہ۔ کرنبو سبز ۲ تولہ۔ پوست اندرون نیم ۶ تولہ۔ کدو گھٹیا
روکی ۲ سبز ۲ تولہ۔ پیٹھا سبز ۶ تولہ۔ گل رخت پھولا سی ۲ تولہ۔ چوب صندل سفید ۲ تولہ
گل سرخ ۲ تولہ۔ گل آرد ۲ تولہ۔ سولف ۶ تولہ۔ گٹو کا دودھ اٹھ سیر بختہ۔ دودھ کے علاوہ
سب آیات کو گیارہ سیر بختہ پانی میں رات کو بھگو دیں صبح دودھ ملا کر سولہ بوتل عرق کھینچ لیں۔
نسخہ شربت۔ گل بنفشہ ۱۲ تولہ۔ چوب صندل سفید چھ تولہ۔ مصری دیسی ایک سیر بختہ

حسب دستور شربت تیار کریں *

اکسیر رائے کوڑھ اور پبلہری

برگ نیم۔ چھال اندرون نیم۔ گل نیم۔ بیج نیم۔ تخم نیم۔ گلو سبز۔ حلیتہ۔ چراتیہ۔ عشبہ۔ پوب۔ صندل۔ سفید۔ کرچوہ۔ مینڈھی بونی۔ ہر ایک پانچ تولہ۔ سو نف ساٹھ تولہ۔ ریس سیرانی میں رات کو بھگو کر صبح بارہ بوتل عرق کشید کریں۔ اور پھر مندرجہ بالا نسخہ کو کشیدہ عرق میں ڈال کر دوبارہ کشید کریں۔ یہ عرق صبح و شام پانچ پانچ تولہ پدائیں۔ نازک فراجوں کو عرق پر سے چکناٹی لے کر دو قطرہ کھائیں۔ تین ماشیں ملا کر کھلایا کریں۔ خوراک مینہی دینی گھی کے ساتھ۔ کوڑھ پھلہری۔ آتشک و دیگر خرابی خون کو دُر کر لیتا ہے *

اکسیر البدن

ایک من پکی ہوئی جاموں کو مائعوں سے خوب مل کر برادہ فولا دچالیں تولہ۔ پوست ہرڑر۔ پوست بہرڑہ۔ پوست آئلہ۔ ہر ایک پچاس تولہ۔ پانی ڈیڑھ من خام مضبوط مٹی کے برتن میں ڈال کر گل کھیت کر کے چالیں دن تک کھائیں۔ اس کے بعد دار و ہلدی۔ مرچ سیاہ۔ کیسر کشمیری۔ سوٹھ۔ فیصل دراز۔ ہر ایک پانچ تولہ اصناف کر کے عرق کشید کریں۔ صبح کے وقت پانچ تولہ عرق میں کسی قدر مصری ملا کر پینا چاہئے۔ خوراک مینہی دینی گھی کے ساتھ۔ بکھن۔ وگھی جس قدر مہم ہو سکے۔ پر ہیز کے ساتھ استعمال کرئیے جسے کم مضبوط بنا لیتا ہے۔ ضعف جگر ضعف بعدہ۔ کمی خون۔ جربان مینی۔ حنظل۔ مسیدان۔ الرحم اور کثرت طمث کیلئے اکسیر ہے۔ سفید بابوں کو سیاہ کرتا ہے *

اکسیر و مہ

قلبی مشورہ میں تولہ۔ جو کھار دس تولہ۔ نوشادر دس تولہ۔ نمک طعام انہی تولہ۔ برگ ٹر دس خیرم بذریعہ پتال جنتر کشید کریں۔ پھر کیسر کشمیری۔ مرچ سیاہ۔ گگھ۔ سوٹھ۔ ہر ایک ایک تولہ۔ نمک انیس تولہ۔ نمک ڈوسہ تین ماشہ اصناف کر کے ایک ہفتہ کے بعد خوراک ایک ماشہ سے شروع کر کے تین ماشہ تک دو ہفتہ استعمال کریں اور پھر ایک ہفتہ بند کر دیں گھی اور بکھن کا بکثرت استعمال کریں اور دو دفعہ بھی جس قدر مہم ہو سکے پرانا مہ دور ہو جاتا ہے۔ خوراک گھی کے ساتھ مینہی روٹی *

اکسیر جربان

بڑے پتوں کو جو کہ پتے اور زرہ رنگ کے ہوں۔ ایک من خام لیکر بھی کر لیتے ہیں چار من خام پانی ڈال کر خوب پکائیں۔ جب پتے گل جائیں۔ تو خوب مل کر کبیرا بھجان کر کے پتوں کو پھینک دیں۔ پھل شدہ

پانی کو نرم آگ پر پکا میں۔ کہادہ کی طرح ہو جائے۔ پھر بھوپلی بوٹی کا سفوف میں تو رملہ کر چار چار
رتی کی گویاں بنائیں۔ ایک لی سے شروع کر کے چار گوتی تک استعمال کریں۔ بعد اس کے دودھ
تازہ آدھ سیر بخپتہ چار تولہ پھری ملا کر پی لیں۔ ٹرخ مرچ۔ قند سیاہ۔ ترشی ہر قسم اور مباشرت
سے پرہیز جہان اور میدان رحم کے لئے اکسیر ہے +

بہرے پن کی دوائی

اچھے اچھے جن کر جن قدر بھی مناسب سمجھیں لونگ لیکر کسی چینی یا شیشے کے برتن میں الدیں۔ اچھا
یہ ہے کہ ان لونگوں کو ایک بار پانی کے ساتھ دھو ڈالا جائے تاکہ گرد اور مٹی وغیرہ بھی اگر کچھ ہو تو
دور ہو جائے +

پھر اس برتن میں کاغذی لیموں کا رس کپڑے میں سے چھان کر اس قدر ڈالیں کہ رس لونگوں
سے کسی قدر ادا ہو جائے۔ اور اس برتن کو دھوپ میں رکھ دیں۔ برتن کسی ایسی جگہ رکھنا چاہئے کہ جہاں
گرد و غبار نہ پڑے +

جب اس بالکل خشک ہو جائے۔ تب اسی قدر رس اور ڈالیں۔ اور اسی طرح دھوپ میں پھر رکھ دیں
اسی طرح سات بار رس ڈال کر خشک کرنا چاہئے +

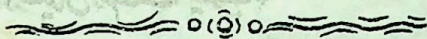
چونکہ اس ترکیب پر بہت دن لگاتے ہیں۔ اس لئے لیموں کا بہت رس نکال کر کپڑے میں چھانکر
بوتلوں میں بھر رکھنا چاہئے۔ اور بوتل میں اس کے اوپر دو انگل کے قریب سوں کا تیل ڈال دینا چاہئے۔
اس طرح رکھا ہوا اس بہت دیر تک نہیں بگڑتا۔ جب ضرورت ہو تب دلی کے ساتھ تیل کو پیسے نکال کر
کام میں لانا چاہئے +

پھر ان لونگوں کو کپڑے سے صاف کر کے مشین میں دبا کر تیل نکال لیں۔ اگر مشین نہ ہو تو پاٹال
سے تیل نکال لیں۔ کوئٹہ سٹیٹ سے بادام و عن کی طرح ان کا تیل نکالا جاسکتا ہے۔ اس تیل کو چھانکر
شیشی میں رکھ چھوڑیں +

صبح اور شام کی وقت اس تیل کو ذرا سا گرم کر کے دودھ و بونیں کا فل میں ڈالنے سے بہرہ پن دور
ہو جاتا ہے۔ در دکان کے لئے بھی یہی تیل مفید ہے +

دانتوں کی جڑوں میں خنم ہوں اور ان سے پیپ بہتی ہو۔ تو اس تیل کو روٹی کے ساتھ نگائیے

آرام ہو جاتا ہے +
اس تیل کی سات بوندیں ایک چمچ گرم پانی میں ملا کر مریض پر پیضہ کو پیدائش سخت سے سخت
مرض کو دور کرتا ہے +



چینی طبابت

چین کے کسی بھی حصہ میں کوئی معدنی یا نباتاتی تیزاب تیار نہیں ہوتا۔ نہ پارہ۔ چاندی۔ تانہ۔ سونے
سیسہ سے کوئی قابل ذکر کیمیائی مرکبات تیار کئے جاتے ہیں۔ دواؤں کو کشید کرنے کا طریق بھی ان
لوگوں میں محدود ہے اور یہ کہنا بجا نہ ہوگا۔ کہ اس بارہ میں آج سے دو تین ہزار سال پہلے آئیورڈیٹل
چینیوں سے بدرجہا ترستی کر چکے تھے +

چین میں کسی قسم کا نچر تیار نہیں کیا جاتا مختلف درختوں اور پودوں کی جڑیں شاخیں اور
پتے کاٹ کر خشک کر لئے جاتے ہیں اور انہیں جمع کر رکھتے ہیں ان کے علاوہ مختلف قسم کے کیڑوں اور
حشرات الارض سے دواؤں کے طور پر کام لیا جاتا ہے۔ انہیں نہ صرف داخلی طور پر جو شائدہ۔ گولی یا سفوف
کے طور پر کام میں لایا جاتا ہے بلکہ خارجی طور پر ان سے پلستر کا کام بھی لیتے ہیں۔ دواؤں کے تیل یا لٹنی
کو چین میں کوئی نہیں جانتا +

اگر کسی شخص کو وجہ مفاصل۔ بوزش اعصاب۔ درد اعصاب وغیرہ امراض ہوں تو کوئی چینی
لٹنی منٹ استعمال نہیں کرتا۔ اس کے مقابلہ میں آئیورڈیٹل کے طریق پر جو گھرت اور تیل استعمال کئے جاتے
ہیں وہ عام طور پر شہور میں اور ہر شخص ان کے فوائد سے واقف ہے۔ ایک اور عجیب خیزبات یہ بھی ہے کہ
وہ لوگ پھوڑے پھنسی کے لئے کسی قسم کی مرہم استعمال نہیں کرتے۔ صرف ایک قسم کی سیاہ اور سرخ پلستر
کبھی کبھی لگاتے ہیں جو دکھتے مقام بطور آئسوڈائن لگائی جاتی ہے۔ مختلف معدنیات سے بطور دوا
جو جو کام لئے جاتے ہیں۔ ان کا ذکر دیکھنی سے خالی نہ ہوگا +

دھاتوں سے دوا کا کام

اس سونا۔ سونے کو گوٹ کر نہایت باریک پترے (ورق) بنائے جاتے ہیں اور جو مریض مر رہا ہو
اسے طاقت پہنچانے کے لئے کھلاتے ہیں +

۲۔ چاندی۔ چاندی کا ایک ٹکڑا لیکھڑی میں اتنی دیر تک کھا جاتا ہے کہ وہ انگڑے کی طرح سُرخ ہو جائے۔ اس کے بعد اسے پانی میں بچھا دیا جاتا ہے۔ یہ نال ہے کہ یہ پانی مسکن ہوتا ہے اور اس سے تشنچُغ ہو جاتا ہے۔ یہ پانی ان بچوں کو پیا جاتا ہے جنہیں سرخ و مرغی کا دورہ ہوتا ہے یا جو تشنچُغ میں مبتلا ہوں۔ اس نصیحت سے کوئی کیمیائی مرکب تیار نہیں کیا جاتا۔

۳۔ تمانبہ۔ تمانبہ کا ایک ٹکڑا گرم سُرخ کر کے اسے سر میں بچھا یا جاتا ہے۔ یہ عمل ۴ بار کرتے ہیں اور اس کے بعد تمانبہ کا سفوف کر دیا جاتا ہے۔ اگر بدن پر کہیں زخم ہو۔ خارش آئی ہو یا کوئی اور چوٹ وغیرہ زخم لگ گیا ہو۔ تو اس جگہ پر سفوف استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۔ پارہ۔ پارہ سے داخلی استعمال کے لئے کوئی کیمیائی مرکب تیار نہیں کیا جاتا۔ پھوٹے پھنسی کیلئے اس میں اور دو اٹیں ملا کر خارجی طور پر کام میں لیتے ہیں۔
۵۔ سیسہ۔ سیسہ کا سفوف خارجی طور پر تو استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اسے داخلی طور پر کبھی نہ بڑھا جاتا۔

۶۔ چست۔ چست کو چین میں داخلی یا خارجی کسی بھی طریقہ پر بطور دوائی نہ بڑھا جاتا۔

جانداروں سے دوا کا کام

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ چینی ٹہت سے کیڑوں اور حشرات الارض سے بھی دوائی کا کام لیتے ہیں جن میں قابل ذکر یہ ہیں:-

۱۔ وونگ۔ یہ ککھوئے کی قسم کا جانور ہوتا ہے جو صوبہ سرخون میں ملتا ہے۔ اسے بطور سفوف استعمال کرتے ہیں اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک بید نہرلی چیز ہے۔ زخموں کے زہر کا اثر دور کرنے کے لئے اسے خارجی طور پر کام میں لاتے ہیں۔ بعض اوقات خون کی صفائی کے لئے اسے داخلی طور پر بھی تھوٹی مقدار میں استعمال کر لیا جاتا ہے۔

۲۔ کیانگ جن یا شیم کا کھرا۔ اسے بعض اوردواؤں کے ساتھ ملا کر جوڑ دیتے ہیں اور یہ جو شاہِ مریضان تشنچُغ کو پیا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایک مسکن چیز ہے۔ اس جو شاہِ مریضان سے خارجی طور پر بھی ہونے جاتے ہیں۔

۳۔ پان میاؤ۔ یہ ششک بگرنے کی طرح کا جانور ہوتا ہے اور پہاڑیوں پر ملتا ہے۔ اس کی ٹانگیں اور سر اتار کر اس کا سفوف اس شخص کو کھچکواتے ہیں جسے باغیچے کے پھول سے مرنے والا ہو یا بیکار دیا یا ٹیڈ و فوسیا کا یقینی علاج سمجھا جاتا ہے۔ حل ساقط کرنے کے لئے بھی یہی چیز دی جاتی ہے

زخموں اور سوجے ہوئے مقامات پر اسے خارجی طور پر لگاتے ہیں +

۴۔ ماسٹھا۔ یا سمندری گھوٹا۔ یہ سمندروں یا بڑی بڑی جھیلوں میں ملتے ہیں۔ اسے اُبلاتے ہیں اور جو شانہ اس طلب کیلئے چلاتے ہیں کہ بدن سے زہریلے خون کو خارج کر دے یہ چیز زخم دھونے کے کام بھی آتا ہے +

۵۔ دو کو یا پنج عناصر یہ چھوٹے کیڑے یا کرم کی بڑے پاخانہ میں سے جمع کر لئے جاتے ہیں اور خیال ہے کہ وہ غذا کے پانچ عناصر ہیں یعنی (۱) چاول (۲) مکی (۳) گندم (۴) باجرہ (۵) جوار۔ اور ان کے قائم مقام ہیں ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ چیزیں لوگوں کے معدے میں ہضم ہو کر نجاست کی صورت اختیار کرتی ہیں اور اس نجاست سے یہ کیڑے بنتے ہیں۔ اسلئے ان کے اندر ان کے خواص موجود ہوتے ہیں۔ ان کیڑوں کو اُبال کر ان کی نیکیاں بنائی جاتی ہیں۔ اور بدھیمی۔ تولج اور دیگر دوائی امراض میں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ ان کا شوربہ بھی استعمال کرایا جاتا ہے ان لوگوں کا خیال ہے کہ کمزوروں کے لئے اس دو میں حیرت خیز قوت بخشش تاثیر ہے +

۶۔ لو کو۔ اس سے مراد ہرن کے سینگ سے ہے۔ اس سینگ کی پھانکیں کر کے انہیں اُبال دیا جاتا ہے اور یہ جو شانہ مریضان چھپک کو پلایا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ پُرانے پھوڑوں کے مریض کو بھی پلاتے ہیں +

۷۔ سوزنگ۔ یعنی ہرن کا دم سینگ۔ ہرن کے سینگ ہر سبت میں بدلتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا ہرن شکار ہو جائے جس کے سینگ تازہ و نرم ہوں تو اسے بہت بڑی کامیابی تصور کیا جاتا ہے۔ اس دم کا سینگ پانچ پڑے یا چھ پڑے تولج کے ساتھ فروخت ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ سینگ بہت اور بڑھتا ہے اسے ہر ایک بہی نے اس دم کا ہرن مار کر اسٹی پو کے کینڈن کے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ جسے اسے چھ سو روپیہ میں فروخت کیا۔ اس سینگ کو شراب میں حل کر کے بعد ازاں گرم کر کے خشک کر دیتے ہیں۔ اس کا عرق اگر کمزور اور بے لگاؤ کو دیا جائے جن کے بدن میں لہو کی قلت ہو تو بہت مفید سمجھا جاتا ہے جینیوں کے اس ٹانگہ واپر بہت ناز ہے +

۸۔ سنوئی یا سنڈھا۔ یہ کیڑے پہاڑیوں پر ملتے ہیں انہیں اُبال کر ان کا شوربہ مریضان تشنہ اور عصبی امراض والوں کو پلایا جاتا ہے۔ ان سے پھوڑوں کو بڑھانے کا کام بھی لیتے ہیں +

۹۔ چوچنی۔ پھوڑوں میں خطرناک اور جو شانہ یا شوربہ کا پینینوں کے نزدیک طبی قدر ہے کیونکہ اس سے بھاد۔ مہرٹن اور خطرناک پھوڑوں کا علاج ہوتا ہے۔ خیال ہے کہ یہ شوربہ

بدن کے اندر سے خرابی کو نکال دیتا ہے۔

۱۰۔ شوٹنگ تن۔ یعنی ریچھ کا پتہ اسے اسکی اصل صورت میں نکھلوا یا جائے۔ تو ہر قسم

کے بخار یا مخصوص طیر یا کو فائدہ دیتا ہے۔

۱۱۔ مانک تن۔ یعنی بڑے سانپ کا پتہ اسے بھی اسکی اصل صورت میں نکھلوا یا جائے۔ او

تیر قسم کے طیر یا بخار کا یقینی علاج سمجھا جاتا ہے۔

۱۲۔ شیشہ ہسیانک یعنی ششک اس سے چین میں صرف امراض انسانی بلکہ گھوڑوں خچروں

اور مویشی کی امراض میں بھی کام میں لیا جاتا ہے۔ بخار والوں اور بیضوں کو جنہیں اندر مونی حرارت کی شکایت ہو۔ یہ اصلی صورت میں دیا جاتا ہے۔ خیال ہے کہ اس سے بدن میں سکون پیدا ہوتا ہے بخار کے

ایور وید میں اسے محرکات میں شامل کیا گیا ہے۔

اگر کسی مقام پر درد ہوتا ہو۔ تو چینی دواں تھوڑا سا ششک رکھ کر اسے آگ لگاتے ہیں۔ اس سے اس

جگہ ایک مٹرکے دانہ کے برابر جھپلا پڑ جاتا ہے بعض اوقات کسی شخص کی آنکھیں دکھتی ہوں۔ تو اسکی کلائی پر اس قسم کا جھپلا پڑا کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ نیگسن یا جھنشین۔ اسے امریکہ اور کوریا سے لایا جاتا ہے۔ تمام محرک ادویہ میں سے اس کا

درجہ اول ہے۔ کوئی مریض خانہ ایسا ہو گا۔ جہاں اس کا روزانہ استعمال نہ ہوتا ہو۔ اس کا جو شانہ

بھی دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مریض یا کمزور آدمی اسے اسکی اصلی صورت میں چبائے بھی ہیں۔ یہ

صرف محرک بلکہ مانک دوا بھی ہے۔ ہنگی بھی بہت ہے یعنی سات آٹھ روپیہ تو درجہ عورت اور ایسے

مرد کو جو جسمانی زخموں میں مبتلا ہو۔ اس کا استعمال عام طور پر کرایا جاتا ہے۔

ان چیزوں کے علاوہ چینی فضلہ کو بھی بطور دوا کام میں لاتے ہیں۔

۱۴۔ پاخانہ۔ ششک پاخانہ کو جلا کر رکھ کر لیتے ہیں اور اس میں پانی ملا کر نتھار لیتے ہیں

یہ مرکبان مریضوں کو پینے کو دیا جاتا ہے جو خاص قسم کے طیر یا بخار میں مبتلا ہوں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک کھوکھلے بانس کو جس میں بہت سے سوراخ بنے ہیں۔ ایک ٹی

ٹی میں کئی روز تک پٹا بنے دیتے ہیں۔ اس کے بعد اس بانس کو اٹھا لیتے ہیں اور اس میں سونخ کے راستہ

جو پانی سا جمع ہو گیا ہو۔ اسے کئی تان یا بوتلوں میں بھر لیتے ہیں۔ جو شخص تیز قسم کے طیر یا بخار میں

مبتلا ہو اسے یہ عجیب غریب قہقہے کو دیا جاتا ہے۔ عام خیال ہے کہ اگر "تھاسیو" یا یہ بڑی دوا

نا کام ہے تو پھر کوئی دوا اس میں کو دور کر ہی نہیں سکتی۔ یہ ایسے لیضوں کا آخری علاج ہوتا ہے۔

۱۵۔ پیشاب۔ وضع حمل کے بعد عورتوں کے لئے پیشاب کا استعمال محرک اور مقوی گنا جاتا ہے ایسی عورتوں کے خون کی اس کے زریعہ بخوبی صفائی ہوتی ہے۔ عام طور پر چھوٹے بچے سے لیکر ۹ سال کے لڑکے تک پیشاب بڑا جاتا ہے۔ لڑکی کا پیشاب کسی حالت میں استعمال نہیں کیا جاتا۔

تشخیص و شناخت امراض

چین میں دو قسم کے ڈاکٹر ہوتے ہیں

۱۔ نوی کا یعنی داخلی علاج کرنے والا ڈاکٹر اور

۲۔ وائی کا یا خارجی علاج کرنے والا ڈاکٹر جسے سرجن بھی کہا جاسکتا ہے۔ یہ تشخیص پھوٹوں و گلیٹوں زخمیوں اور ٹوٹی ہوئی یا اکھڑی ہوئی ہڈیوں کا علاج کرتا ہے۔
تشخیص مرض کے تین طریقے ہیں:-

۱۔ خارجی حالات کے مشاہدے سے +

۲۔ نبض دیکھ کر +

۳۔ زبان دیکھ کر +

ان کا ذکر جدا جدا کیا جاتا ہے +

۱۔ خارجی حالات دیکھ کر مرض معلوم کرنے کے بجائے خود مریض سے پتہ چلتے ہیں +

۲۔ مریض کے بدن کی حالت کا عام مشاہدہ +

ج۔ اسکے دوستوں یا رشتہ داروں سے باتیں سن کر اور

ج۔ اسکی مرض کے متعلق حالات دریافت کر کے اور مختلف سوالات کا جواب حاصل کر کے +

۲۔ زبان دیکھ کر مرض کی تشخیص کا جو طریقہ مروج ہے اس میں زبان کے مختلف رنگوں کو مختلف امراض

کا مظہر سمجھا جاتا ہے مثلاً

سرخ زبان سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ شخص مذکور کے معدہ میں آگ کی طرح کی شدید حرارت ہے +

درد زبان سے یہ حرارت لی جاتی ہے کہ مریض کے اندر معمولی بخار کی حرارت ہے +

ہلکے سبز رنگ کی زبان سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ مریض کو فنگ بینی کی شکایت ہے۔ اور وہ

امراض میں مبتلا ہے +

سفیدی زبان سے مراد یہ ہے کہ مریض سردی اور گرمی دونوں کے زیر اثر ہے +

سیاہ زبان سے یہ مراد سمجھی جاتی ہے کہ سرخی کے شدید حملہ کے باعث مریض کے معدہ میں کوئی

سخت قسم کا زہر موجود ہے +

۳۔ نبض کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہ قسم کی ہوتی ہے اور ان چھ قسموں میں سے ہر ایک قسم میں تین نبضیں ہوتی ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں ۱۔

(۱) سوین (۲) کووان (۳) اشہ

انہیں سے سوین نبض جو بایں بازو میں ہو۔ اسے بل کا منظر سمجھا جاتا ہے۔ کووان کو جگر کا۔ علی

ہذا القیاس +

دائیں بازو کی سوین نبض کا تعلق پھیپھڑوں سے کووان کا معدہ سے اور اشہ کا دماغ اور نظام عصبی سے قرار دیا جاتا ہے نبض کی مختلف حالتیں ان لوگوں کے نزدیک حسب ذیل ہوتی ہیں :-

۱۔ نیویا نرم اور دبی ہوئی نبض سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ اس کا تعلق جس عضو سے ہے۔ وہ کسی خارجی مرض میں مبتلا ہے +

۲۔ جن یا گہری نبض سے یہ مراد لی جاتی ہے۔ کہ اس کا تعلق اس عضو کے گہرے حصے سے ہے +

۳۔ سیر یا سست نبض سے یہ مراد لی جاتی ہے۔ کہ حقہ مذکور بہت کمزور ہے +

۴۔ سویا تیز نبض سے بخار مراد لی جاتی ہے +

۵۔ ہونگ یا مضبوط نبض سے مراد لی جاتی ہے۔ کہ عضو مذکور میں اندرونی سوزش ہے +

۶۔ سیر یا چھوٹی نبض سے انتہا دہے کی کمزوری اور خراب حالت لی جاتی ہے۔ علی ہذا القیاس +

نبض کی تمام حالتوں کا تعلق جسم کے کسی ایک اعضاء سے ہو سکتا ہے۔ اگر فرض کرو کہ آپ

ہاتھ کی سوین نبض نرم اور دبی ہوئی ہو۔ تو اس سے یہ مراد لی کی خارجی یا سطحی بیماری سے لی جاتی ہے

اگر نبض جن یا گہری ہو۔ تو خیال کیا جاتا ہے کہ عضو مذکور کسی گہرے مرض میں مبتلا ہے ایسے ہی اگر دائیں

ہاتھ کی سوین نبض نرم اور دبی ہوئی ہو۔ تو اس سے مراد پھیپھڑوں کی خارجی بیماری سے لی جاتی ہے اور

علی ہذا القیاس +

نبض دیکھتے وقت تین انگلیاں ناڑی پر رکھی جاتی ہیں اور ان کی بدولت تینوں نبضیں دیکھی جاتی

ہیں جب ایک ہاتھ کی نبض دیکھ لی جا چکی ہے۔ تو دوسرے ہاتھ کی نبض بڑی احتیاط سے دیکھی جاتی ہے

اور اسکے بعد تشخیص مرض ہوتی ہے +

اگر مریض کے ایک اسٹس لینے کے دوران میں نبض تین یا چار بار حرکت کرے۔ تو مریض کی حالت خطرناک

خیال کی جاتی ہے۔ اگر یا مرتبہ حرکت کرے تو سمجھا جاتا ہے کہ نبض اپنی حالت میں ہے۔ اور اگر ۹۔ ۱۰ مرتبہ

حرکت کرے تو حالت ناگوار قرار دی جاتی ہے +

مختلف امراض کے اسباب

چینیوں کے نزدیک مختلف امراض کے جو اسباب ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس جگہ قابل ذکر معلوم ہوتے ہیں :-

۱۔ طیریا بخار۔ اس کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے۔ کہ جب کوئی شخص پیٹ بھر کر کھانا کھا کر سو جائے تو اس کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ اور وہ غیر ہضم شدہ کھانا طیریا بخار کے اسباب میں سے ایک ہوتا ہے۔ بڑی اور گرمی لگنے کے علاوہ سیلی اور فم دار زمین پر سونے کو بھی طیریا کے باعث میں سے ایک قرار دیا جاتا ہے +

۲۔ بد ہضمی۔ جب غیر ہضم شدہ کھانا عرصہ دراز یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ کئی سال تک انٹوں سے لگا رہتا ہے تو اس سے بد ہضمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک بار ایک شخص نے اگر مجھ سے بد ہضمی کا علاج کرنا چاہا۔ اس نے کہا کہ تین سال بڑے میں نے بھیڑ کا گوشت کھایا تھا۔ وہ اب تک انٹوں میں اٹکا ہوا ہے اب آپ اس گوشت کو نکال کر کے میرا علاج کریں میں نے اسے کبھی کھانا کھا یا اور وہ مٹھن ہو کر چلا گیا +

۳۔ جذام۔ اس کے اسباب حسب ذیل قرار دیئے جاتے ہیں :-

سرد پانی میں نہنا۔

سردی اور گرمی کا اثر پڑنا۔

کسی جذامی کی بو سے مرض پیدا ہونا۔

کسی جذامی سے مباشرت کرنا وغیرہ +

۴۔ چیچک۔ چینیوں نے اس مرض کا سبب سمجھ رکھا ہے۔ کہ جس وقت عورت حاملہ ہو تو چیچک زہر اس کے رحم میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا زہر بڑا اثر جراثیم کے طور پر پچھکے بدن میں باقی رہتا ہے اور جب بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے۔ تو یہ زہر چیچک کے دانوں کی صورت میں پھوٹ نکلتا ہے +

انقلاب چین سے پہلے لوگ اکثر امراض بد کو بدو اور اس سے منسوب کیا کرتے تھے لیکن اب ترقی یافتہ شہروں میں لوگ ان باتوں کے قائل نہیں ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک چیچک۔ پھوٹے بھنسی اور آنکھ و کان کی امراض کے جدا جدا ویوتے ہوتے ہیں اور لوگ ان کو مختلف قسم کے چڑھاٹے چڑھاتے ہیں۔ پھوٹے اور کان اور آنکھ کے دیوتاؤں کے جسم پر کاغذ کے پستر اور دوائیں لگائی جاتی ہیں +

مریض کی نگہداشت اور حفظ صحت۔ یوں بھی عام طور پر چینی بہت ہی کم نہا

پھر اسپر مریضوں کے لئے تو ہمارے کی قطعی ممانعت ہے۔ اگر کوئی بد نصیب کسی بے مرض میں مبتلا ہو۔ تو اس کے بدن پر ٹیکل کی موٹی تر چڑھ جاتی ہے۔ اور انہیں کپڑے بدلنے کا شوق وادار ہی موقع ملتا ہے۔ انگیلوں کے ناخن بے حد بڑھ جاتے ہیں۔ صفائی وغیرہ کا اچھا خیال نہیں کیا جاتا۔

مرضی کی خوراک

کسی بھڑکے مدارج میں خوراک کی درستگی اور صلاح کی بہت بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ بگا میں ایک ٹیکل ہے کہ "دش بیدیر سم چھتیا" یعنی خوراک کی اصلاح دس ٹیکل کی قابلیت کے برابر ہوتی ہے۔ یہ بات بہت حد تک سچ بھی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس ملک میں سب سے کم ترین قاعدے کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی مریض اسپر یا تپ محرقہ اور کسی اور قسم کے تیز بخار میں مبتلا ہو تو اسے کھانے کے لئے مسموئی چاول، سبزی اور گوشت دیا جاتا ہے۔

اس قسم کی رستی غذا مثلاً شوربہ، رساگودانہ، اش جو اور دودھ ان لوگوں کو پسند نہیں آتا اور یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اس سے مرض کو نکالتا ہے پیدا ہوتی ہے۔

کسی مرض کے شدید یا ہلکا ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے۔ کہ مریض دن بھر کتنے دنوں کے کتنے پیالے کھاتا ہے۔ اگر وہ نصف پیالہ اس سے کم کھاتا ہو۔ تو مریض کو شدید سمجھا جاتا ہے۔ اور ناگ کا ناگ کے بحری سواحل سے "نیو" پرندوں کے گھونسلے کٹھے کئے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ابابیل کی قسم کا ایک بحری پرند ہوتا ہے جو اپنے نواب یا جھاگ سے اپنے تیار کرنا چاہتا ہے۔ چین میں اس گھونسلے کو نہایت مغوی غذا سمجھا جاتا ہے اور لوگ اس کا شوربہ تیار کر کے پیتے ہیں۔ لیکن یہ منہ کا بہت ہوتا ہے۔ اس لئے صرف امیروں کے دسترخوانی پر ہی آتا ہے۔

انامٹی اور جراثیمی

جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا ہے۔ جینی "وائی" کا یا جراثیم کو اندرونی اعضا کی انامٹی کا خاتمہ بھی علم نہیں ہوتا۔ اس لئے بیرونی علاج کرنے والا طبیب ایسے اعضاء کی چیرہ چار کے ان کا علاج نہیں کر سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ اب شاگھی کینٹن اور کین ایسے ترقی یافتہ شہروں کے بعض وشن خیال چینوں نے ملے اندر جاپان اور امریکہ کے طریق انامٹی اور سرجری کو رواج دینا شروع کیا ہے لیکن اس جگہ ہم صرف جینی طریق علاج سے بحث ہے۔

جینی زبان میں بعض کتابیں اس قسم کی ہیں۔ جن میں بدن انسانی کے نقشے دے کر اعصاب و شریان کے نظام کو ظاہر کیا اور بتایا گیا ہے کہ کن مقامات پر شترنگائی چلائے۔ لیکن ان نقشوں

کی کچھ اہمیت نہیں ہے +

چینی جراحیوں کے پاس پانی کا ایک پیالہ ہوتا ہے جس کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں مریض کو بیہوش کرنے کی تاثیر ہے۔ یہ پانی اس جگہ چھڑک دیا جاتا ہے جہاں پر عمل جراحی کرنا مطلوب ہو لیکن اسکی اصلیت کچھ بھی نہیں +

حیال ہے کہ ڈاکٹر کے دم کو نہایت اس پانی میں بیہوش کرنے کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن دیکھا جاتا ہے کہ عمل جراحی میں بیض برابر چمکے جاتے ہیں اور ”وائی کا“ اپنا کام کئے جاتا ہے پُرانی کتابوں میں مشہور مرتبوں کا ذکر آتا ہے جن کے نام ”تساؤ“ اور ”ہواٹو“ تھے۔ انہیں سے اول نذر کچھ صدی قبل مسیح میں ہو کر رہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اسی نے بدن انسانی کی چیر بھاڑ کے شرائط کے تفصیلات دریافت کئے تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے نبض بھی دریافت کی تھی۔ ”دوسرا“ ”ہواٹو“ بھی ایک ہوشیار مرتب بیان کیا جاتا ہے جو دوسری صدی عیسوی میں ہو کر رہا ہے۔ روایت ہے کہ اس نے عمل جراحی کے ذریعہ مغفور ”تساؤ“ کے بعض دماغی عوارض دور کئے تھے +

دایہ گری

چینیوں کے علم طب میں دایہ گری بالکل موجود ہی نہیں چنانچہ اس جگہ کوئی پیشہ دار دایہ دیکھنے میں نہیں آئی جس عورت کو وضع حمل بنے لگتا ہے۔ تو اسے قدرت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اگر اس کے قدرتی حالات اچھے ہوں تو اسے خوش نصیب سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ وضع حمل جلد اور آسانی ہو جاتا ہے ورنہ اسے سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ عملی طور پر کوئی شخص اس کے مریض کی مدد نہیں دیتا اور نہ اس کی سہم پہنچاتا ہے +

ہندوستان اور برہما میں ایسی دایاں متبصر کی جاتی ہیں جو ہر شہید کہ اس فن کی بائیکوں سے واقف نہیں ہوتیں۔ تاہم کم و بیش علمی تجربہ رکھتی ہیں۔ اور زچگی کی حالت میں عورتوں کو بہت بڑی مدد دے سکتی ہیں۔ برہما میں دایاں ہر ایک کے موقع پر ہیٹ پر ناقہ پھیرتی ہیں۔ کہ جبہ جلد پیدا ہو۔ ایک تہی دیوار یا چھت سے بانٹھ دی جاتی ہیں اور حالہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر ایک کے موقع پر اس سے سہارا لے +

چین میں عورت کو لمبوترے اور سرمانہ کے آستہ بٹھا دیا جاتا ہے۔ اور سولے اسکی پاؤں یا قریبی رشتہ دار کے کوئی اس کے کمرے میں نہیں جاتا۔ اسکی سانس یا نہ اس کے قریب تک نہیں جاتیں۔ مگر گھڑانہ یا توسیق ہو کر کسی بوڑھی عورت کو کچھ دے کر اسکی خدمت کیلئے رکھ لیا جاتا ہے۔ اور اسے پھوساؤ

تینکے کے لب تر سے پرسا دیا جاتا ہے۔ اگر وضع چل میں دقت پیدا ہو۔ تو پورے ہی عورت ایک کونج کے ٹکڑے سے اسے پریمیم میں شگاف دیدیتی ہے لیکن اس سے اکثر خاتونوں میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

مضمون بہت طویل ہو چکا ہے اور اب میں اس پر مزید ہر ماہ فرمائی غیر ضروری کچھ لکھتا ہوں۔ آخر میں میں اپنے دوست مسٹر جنگ کامنوں ہوں کہ انہوں نے اس مضمون کی تحریر میں مجھے چینی زبان کی بہت سی کتابوں سے مدد حاصل کرنے کا موقع دیا۔

انگریزی ادویات کے راز سونایانے کی من ترکیب

یونیکے جاؤ گر ہندوستان کی گھاس پھوس سے سونا بنانے میں فاشی مہارت رکھتے ہیں مگر بزرگان رازوں سے واقف تھے۔ ہمارے شاستروں میں تمام طریقے موج ہیں لیکن بد قسمتی سے ہم ان طریقوں کو بھول گئے اور مفلس ہو گئے۔ غیر جمالیاتوں نے لاکھوں پیسہ خرچ کر کے سنسکرت کی پرانی کتابوں کو حاصل کیا اور ترجمے کر لئے۔ اور کھیتات کر کے ان رازوں سے واقف ہو گئے۔ اب وہ ہماری ہی جڑی بوٹیوں سے قیمتی ادویات تیار کر کے سونا پیدا کر رہے ہیں۔ اور ہم وطن کی بنائات کو چھوٹوں میں جلا کر مفلس بن رہے ہیں۔ میں سلسلہ وار ان رازوں کو رسالہ میں مندرج کر رہا ہوں۔ آج میں کچھ اور رازوں کا انکشاف کرتا ہوں۔ کہ جن سے واقف ہو کر آپ بھی اپنی جنگلی بنائات سے سونا حاصل کر سکتے ہیں۔

توپنی لیا

ایک بنائات ہے کہ ولایت سے جس کا سفوف اور کچھ سہل لاکھوں روپوں کا آتا ہے اسے انگریزی دواؤں فروشن کی دکان پر لے کر جاتا ہے۔

توپنی لیا۔ انگریزی نام ہے۔ اس بوٹی کو سنسکرت میں پاتال بن مال کہتے ہیں۔ ایرانی زبان میں اسکو متاکوٹے ہندی کہتے ہیں۔ اور درویش جنگلی متاکوٹے کہتے ہیں۔ میں نے اسکو قریب ہندوستان کے ہر حصہ میں ندی نالوں۔ جوہروں کے کنارے بہت دیکھا ہے۔ جنگلوں میں عام ملتا ہے۔ شکل بالکل متاکو کے پڑ جیسی۔ خود وہ تو ہے۔ لایت لائے اس انگریزی ادویات بناتے ہیں۔

ایچیرل پنکحراف لوبی لیا

یہ انگریزی کی مستند دوا ہے کہ جس کو آتشل کہتے ہیں اور ہر روز ڈاکٹر اس کو استعمال کرتے ہیں۔ اس دوا کو حقیقی انفس یعنی ویدینڈم اسٹین میں تنگی انفس میں بحال دیکھی یعنی بیکر کھانسی میں تشنچ عصبی امراض میں کثرت استعمال کرتے ہیں۔ ادویہ دراصل بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔

بنانے کی ترکیب

جنگلی مٹا کو کے خشک نشی کا چالیس نمبر کا سفوف یعنی لوہے کی وہ چھلنی کہ جس میں ایک انچ جگہ میں چالیس سواریں ہوں ایسی چھلنی سے چھنے ہوئے سفوف کو چالیس نمبر کا سفوف انگریز ڈاکٹر میں کہتے ہیں۔ یہ سفوف چار اونس دو اونس سپرٹ اور نا ایچیر سے ترکیب کر کے چیس گھنٹہ بعد فلٹر کر لیں یعنی فلٹین کے کپڑے میں سے چھان لیں پس یہ ایچیرل پنکحراف لوبی لیا بن گیا۔ لاگت مفت کے برابر ہے۔ محنت کچھ بھی نہیں قیمت مسکی چاندی کے بستوں میں دیکھی۔ اس سے عمدہ بیماریا گری اور کیا ہو سکتی ہے۔

دومہ یعنی ضیق النفس کی ایک اور دوا ولایت سے آتی ہے۔ جو کہ اس مرض کو فائدہ کرتی ہے ہر سال لاکھوں لوگوں کی یہ دوا دس کے دس خدیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی دسی نسخہ ہی ہے لیکن ولایت والے اس کا بھید نہیں بتلاتے۔ اسلئے ہم دوا کے اوصاف کا کریڈٹ ولایت والوں کو چاہتے ہیں۔ وہ دوا یہ ہے۔

پومس بی ای کپارٹس پس انگریزی دوا کا اور ترجمہ سفوف جنگلی مٹا کا کہتے ہیں۔ یہ بہت قیمتی دوا ہے۔ ولایت میں جو کپڑیاں یہ دوا تیار کرتی ہیں ہر سال لاکھوں دسہ نفع کماتی ہیں اور دنیا کے ہر ملک میں یہ دوا جا کر بکتی ہے۔ اگر ہندوستان کو ایسٹرن عقل سے تو وہ بھی ان ادویات سے کروڑوں دسہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اور غیر ممالک کی دولت ہندوستان میں لاسکتے ہیں۔ اگر یہ نہیں کر سکتے۔ تو کم از کم اپنے ملک کی ضروریات کیلئے تو تیار کریں۔ اس دوا کو ڈاکٹر لوگ امیز ماپوڈر بھی کہتے ہیں۔ کہ جس کا اردو ترجمہ سفوف داخہ دوم ہے۔ نسخہ امیز ماپوڈر کا یہ ہے۔

جنگلی مٹا کو کا سفوف ۲۴۰ حصے۔ دھتورہ بوٹی کے پتے ۲۴۰ حصے۔ چاہ سیاہ کے پتوں کا سفوف ۲۴۰ حصے۔ قلعی شورہ ۲۴۰ حصے۔ نکھولتا ہوا آب مقطر ۲۴۰ حصے۔ روغن انیسون ایک حصہ۔ پیلے ابلتے ہوئے گرم پانی میں قلعی شورہ حل کریں۔ پھر باقی سفوف ڈالیں اور رات بھر چھلنی روغن انیسون ملا کر بوتلیں بھر کر تجارت کریں۔

اس کو استعمال کرنے کی ترکیب ہے کہ ایک شتری میں فراسی آگ کھڑا کر پانچ چلے کے برابر اس سفوف کو ڈال کر اس کا دھواں مریض کو سونگھائیں مریض دوسرا دورہ رک جائیگا اب غور کریں کہ یہ ہیں تو عام دوسری ادویات اور بالکل مفت کے برابر چونکہ یہ ولایت سے بن آتی ہیں اسلئے وہ جو قیمت مانگتے ہیں آپ دیتے ہیں۔ اسکے مقابل میں ہمارے پاس دوسری نسخے ایسے قیمتی ہیں کہ جن کی تاثیر دیکھ کر ڈاکٹروں کے منہ میں پانی بھرتا ہے۔ ہم ان کو اسلئے نہیں تہاتے۔ کہ پھر وہ ولایت جا کر اپنی نسخوں سے ہندوستان کی دولت بھیس گئے۔ اور ہندوستانیوں کو یہ توفیق نہیں کہ وہ دیک کے قیمتی نسخے بنا کر دوسرے ملکوں سے واپس آئیں۔

باقی انگریزی ادویات کے اردو سے رسالوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

اپس کی باتیں

حساب لگایا ہے کہ ہر ماہ ایک رسالے ڈاک خانہ میں گم ہو جاتے ہیں اور دوبارہ ایک رسالے اپنے پیار خیلروں کو بھیجے پڑتے ہیں۔ ہر طرح ہر ماہ ہم کو ڈاک خانہ کی بد نظمی کے باعث دوسو روپے مفت نذر کرنے پڑتے ہیں کہ جن کی مجموعی قیمت پچاس روپے ہوتی ہے۔ ہر طرح بے قصور پچاس روپے ہمارا خسارہ ہم کو ڈاک خانہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ کہ جسکی کوئی پسیل نہیں۔

ہر ماہ کا رسالہ جلدی سے جلد ہی ہر ماہ کی پہلی تاریخ تک خیرہ روفی کے پاس پہنچ جانا چاہئے لیکن سالہ کے ناظرین کا شوق عشق کی منزل تک پہنچ چکا ہے۔ اور وہ پہلی تاریخ تک انتظار کرنے میں مبصر ہو جاتے ہیں اور ان کا اشتیاق ہم کو یہاں بھیجے بے چین کر دیتا ہے۔ بقول شخص کہ

خوں رب مجھوں سے نکلا فصر لیے کی جولی
رعشق میں تاثیر ہے کچھ جذب کامل چاہئے

اسلئے ہم بھی مجبور ہو گئے ہیں۔ کہ رسالہ کو جلد سے جلد پیاروں تک پہنچا دیں سچا جذب شوق کا یہ عالم ہے کہ رسالہ دس دس دن پہلے ہی خیلروں کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ ہر تیز رفتاری کی مثال آپ کو کبھی سالہ یا اجنار میں نہیں ملے گی۔ لکھائی چھپائی اور ڈاک کی مشکلات تمام اس لگن میں مٹا ہو جاتی ہیں۔

لیکن انفس اُن پیاروں پر ہے جو کہ پھر دو دو ماہ بعد رسالہ نہ ملنے کی شکایت کرتے ہیں چنانکہ پہلی تاریخ تک رسالہ امریکہ، جاپان، یورپ اور فریقہ تک کے خریداروں کو مل جاتا ہے۔ رسالہ کے صفحہ اول پر حالانکہ نہایت واضح طور پر رسالہ کے قواعد چھاپے ہوئے ہیں۔ کچھ تاریخ تک رسالہ نہ ملنے پر ضرور شکایت کر دینی چاہئے۔ اسلئے امید ہے کہ رسالہ کے تمام پریمی صفحہ اول کے صفحوں کی سختی سے پابندی کرینگے کیونکہ رسالے صرف اسی قدر چھاپے جاتے ہیں جو کہ ہر ماہ کی تین تاریخ تک اکٹھا کر سکیں۔ تین تاریخ کے بعد آنے والی شکایت کی اگر تمیل نہ ہو۔ تو امید ہے کہ وہ اپنی غلطی سمجھ کر راض نہ ہونگے۔

ڈاک خانہ کے وہ ملازم جو کہ مفت رسالہ پڑھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اُن سے پراگھنا ہے کہ وہ چوری کر کے پاکے بھاگی نہ بنیں۔ اگر وہ اس فعل کو ترک کر دیں۔ تو ہم محض ڈاک خانہ کے ملازموں کو اڑھائی روپے سالانہ چندہ میں سالہ جاری کر دیا کریں گے۔ اور ایمانداری سے حاصل کیا ہوا رسالہ اُن کو جہاں خوشی لے گا۔ وہاں اس سے اُن کو زیادہ شانتی بھی پراپت ہوگی۔

رسالہ کی باقاعدگی، نجسی اور مفید معلومات بہم پہنچانے کے علاوہ اس کے مزاروں و پوک کے اخراجات کے بارے میں میری سخت اور آزادی کو برباد کر دیا ہے۔ مجھ کو رات دن میں محض چار پانچ گھنٹے آرام ملتے ہیں۔ آپ کے تعریفی خط میری مشکلات کو ذرہ بھی کم نہیں کر سکتے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ چہ شہ فیض اسی طرح جاری ہے تو مناسبتاً کہ جن کو لٹو نہ لے لے لکھتا ہے وہ چہاں اور کاموں میں دیر صرف کرتے ہیں وہ رسالہ کی مالی امداد کرتے ہیں۔ بیاہ شادی اور مبارک تقریروں پر سالہ کی امداد کو بھی یاد رکھیں اور جو ایسا نہیں کر سکتے وہ کم از کم ایک دن سے خیر ہر ماہ ضرور بنا دیا کریں۔ تاکہ رسالہ کی مالی مشکلات حل ہو سکیں۔ پیاروں کو یہ معلوم ہونا چاہیے۔ کہ میں مینا کا اور کوئی کام نہیں کرتا۔ کیونکہ مستانہ جوگی کا ہی اس قدر کام ہے۔ کہ مجھ کو محنت بھال کرنے تک کی فرصت نہیں۔

قریباً ایک خطوں کا جواب دوڑا اپنی قلم سے مینا پڑتا ہے ایسی صورت میں آپ غور کریں کہ پھر اور کون سا کام لکھنا کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

میں نے اپنی زندگی محض مذہبی کام کیلئے وقف کر رکھی ہے۔ اسلئے یہ ناممکن ہے کہ رسالہ بنیر آپ کی مدد کے زندہ رہ سکے جس قدر شوقی آپ کو رسالہ کی ذات سے ہے۔ اسی قدر شوق اور فکر آپ کو رسالہ کی مالی کمی کو پورا کرنے کا بھی ہونا چاہئے۔ بارہ سال تک میں نے آپ پیاروں کی مسلسل سیوا کی

ہے جو کہ زندگی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اگر اب بھی آپ نے اس کی مالی حالت کی طرف توجہ نہیں دی۔ تو اسکے سولے اور کیا چار ہو سکتا ہے۔ کیوں اس خدمت سے سبکدوش ہو کر اپنی عاقبت کی فکر کروں اور گیان مہیمان میں مصروف ہو جاؤں؟

مجھ کو رسالہ سے کوئی مالی فائدہ مقصود نہیں۔ اگر میرا مقصد دولت ہوتی۔ تو ان بارہ سالوں محنت کر کے شاید میں لاکھوں روپیہ جمع کر لیتا۔ میرے ہاتھ میں ہر طرح کے ہنر اور ترقی درمیوں ہیں۔ میں نے خود ان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ بارہ سال سے وہ طریقے رسالہ کے ذریعہ آپ کو جارا ہوں۔ اور میں خوش ہوں۔ کہ ان سے فائدہ اٹھا کر میرے ہزاروں پیارے ایمانداروں سے دوزی کیا ہے ہیں۔ اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں؟

میری تمام زندگی آپ کو قیمتی روحانی اور دنیوی موقوفات ہم پہنچانے میں صرف ہو رہی ہے اور آپ کا فرض ہے کہ اپنی آمدنی میں سے رسالہ کیلئے بھی حصہ نکال کریں۔ اس طرح جہاں اپنے مفلس ملک میں دیا اور دھن کے سادھنوں کا پرچار ہو گا۔ وہاں روحانی تعلیم کے باعث لوگوں میں اعلیٰ اچلن اور حقیقی خوشی بھی چل ہو گی؟

دنیائیں تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ روحانی خوشی، جسمانی بہتری اور دنیوی عزت اور دولت اور اسی مقصد کے لئے رسالہ کو تین حصوں پر تقسیم کر رکھا ہے۔ اور تینوں چیزوں کی پراپتی کے ساتھ ساتھ رہتا ہوں؟

میں خیال کرتا ہوں۔ کہ سادہ الفاظ میں نکلے ہوئے میرے دلی خیالات پیچیدہ عبارت کی نسبت آپ پیاروں کو زیادہ نوثر معلوم دینگے۔ اور آج سے ہی اس اسل کا عملی طور پر جواب دینے کا فیصلہ کرینگے جو ش سے نہیں بلکہ ٹھنڈے دل سے اپنے حالات کو پیش نظر رکھ کر آپ جیوں کہ آپ مستقل طور پر رسالہ کی کس قسم کی امداد کر سکتے ہیں۔ اسکے بعد اس امداد کو آپ اسی طرح سے اپنا فرض بنالیں جس طرح سے میں نے اپنی زندگی کا یہ فرض بنالیا ہے کہ چاہے بھیک مانگنی پڑے۔ چاہے میں کیسا ہی بیمار ہوں لیکن رسالہ ہر ماہ ضرور چھپے گا۔ چاہے مجھ کو اس میں کتنی ہی مصیبتوں اور نا کامیابیوں کا سامنا کرنا پڑے؟

ایسی سوچی ہوئی بات پائدار ہوتی ہے اور ایسے وعدے ہمیشہ ایفا ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح سے آپ کی ٹھوس امداد کے وعدوں کو میں ایک جسٹس میں رج کر لوں گا۔ اور پھر میں سوچوں گا۔ کہ تحریر کے ساتھ ساتھ

اپنی خیالات کے لئے بھی منڈلیوں اور پرچار کوں کا میں کیا انتظام کر سکتا ہوں۔ اور اپنے ہونٹوں کو ان تینوں کی طرح مُفیت تعلیم دینے کا کیا انتظام ہو سکتا ہے ؟

میں جن جبری بویوں کا رسالہ میں ذکر کرتا ہوں۔ کئی پیارے شناخت کے لئے نمونے طلب کرتے ہیں۔ لیکن ان کی بابت استفسار کئے جاتے ہیں۔ میں ان سے پراختفا کرتا ہوں۔ کہ ان کو چاہئے کہ اپنے شہر کے سیاستیوں یا ویدوں سے بھی مدد لیں۔ جب تک کہ اس مقصد کے لئے کوئی اشتہار نہیں قائم کر لیتا۔ اور کام کرنے والوں کی ایک جماعت نہیں بنا لیتا۔ اکیلے مجھ سے یہ تمام کام ہونے مشکل ہیں۔ میں سالائیڈٹ کروں۔ خطوں کے جواب دوں۔ انتظام قائم رکھوں۔ ڈاک کو پڑھوں۔ کیا کیا کچھ کر سکتا ہوں۔ پھر جنگل سے بوٹیاں تلاش کر کے نمونے کس وقت بھیجوں۔ آپ پیاروں کو مجھ سے وہی بات دریافت کرنی چاہئے۔ کہ جب کی تسلی آپ کے شہروں کے دو وائز یا ویدوں یا سیاستیوں سے بھی نہ ہو سکے خود محنت کے بغیر مجھ کو ہی کچھ دینا میرے بوجھ میں اضافہ کرنا ہوگا ؟ (ادھر)

مالی

جو رحم سے ہے قرین نیکی سے دُور رہتا،
بشر کے دل کی بھلائی ہے ایسی تیز شراب
اندھیری قبر میں نیکی سے نور رہتا ہے
کہ جس کا بعد فنا بھی سرور رہتا ہے

قسمت کی حکومت

توئے یا نہ تھے ہم تو کہے جاتے ہیں
ہم مقدر کے مُمند رہیں ہیں تینے کی طرح
ظلم جب بُری سے قسمت کہے جاتے ہیں
جس طرف کو وہ بہا تہا ہے جاتے ہیں

معملے حیات

پر ہونگے ذیہ طاقت پر واز ہے گی
انسان اور انسان کے دکھ سکھ کی پہیلی
تھک جائیگی جب عقل تو خود باز ہے گی
ایک راز ہے اور قبر تلک راز ہے گی

کامیابی

سیری مشہور دوا سووم رس کی نسبت ایک شکایت تھی۔ کہ وہ روغن کی طرح پتلی ہے کہ جس کے پینے اور سفر میں رکھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ ناظرین یہ سن کر خوش ہوں گے۔ کہ میں سووم رس کو پتلی شے سے بدل کر گولیوں کی شکل میں لانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اس طرح ہر گولی کی اندونی طاقت بھی یکساں رہے گی۔ بھیجنے جیب میں رکھنے اور استعمال کرنے میں سب میں آرام ہو گا۔ اور سب زیادہ خوشنودی بات یہ ہے۔ کہ یہ گولیاں سووم رس کا جوہر ہیں، اسلئے ان کی طاقت اصل سووم رس سے دس گنی زیادہ ہے۔ آئندہ سووم رس گولیوں کی شکل میں ملا کر بیگا۔ اس کے اوصاف وہی ہیں جہیلے تھے۔ قیمت بھی وہی ایک روپیہ فی شیشی ہے۔

عجیب علاج
میں ویدک کا ایک بنیاد پر ایچن لانا فی نسخہ تیار کرنے کے لئے عرصہ بارہ سال سے کوشاں تھا۔ کہ جو نامردی کا اور بے اولادگی کا قطعی علاج ہو۔ جو بچہ زن کو جڑے اٹھاڑے جس سے کمزور سے کمزور انسان طاقت کے نشہ سے چھوٹنے لگے۔ اور جس کا مقابلہ طاقت میں دینا کی کوئی دوا نہ کر سکے۔ اور جس کا لوگوں کو یقین دلانے کے لئے اشتہار نہ دینا پڑے۔ بلکہ خصوصاً لڑکے آنے پر بالکل مفلک دوا آزمائش کے لئے دی جائے۔ اور اگر مریض استعمال کرے فائدہ محسوس کرے تو بت قیمت منگائے۔ ایسا اعلان آج تک کسی دوا کا کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی +

میرے تجربے مکمل ہو گئے ہیں۔ دوا تیار ہو گئی ہے۔ اور اس کا نام بڑا پھر یہ نامی دوا رکھتے ہیں۔ کہنے سے پہلے دوا کا کافی مقدار میں جمع کرنا ضروری ہے جس سپر میں اعلان کر دینگا۔ کہ جیسے مخصوص لکھ لینی ایک لکھ لکھ بھیکر مجھ سے مفت دوا ملے گا کہ زیادہ اگر تمہید ہو پھر قیمت منگاؤ۔ اس لانا ہی آجیات کی تیاری میں میں نے اپنی عزیز عمر کے بارہ سال صرف کئے ہیں۔ ایسور اس کے ذریعہ اس قدر کی بھلائی کی تو سبق دیں۔ گودا کے اجزا قیمتی ہیں۔ لیکن پھر بھی پیسہ بخر کے لئے مفت دوا دینگا۔ اور قیمت بھی مین روپیے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ تیرہ روپیہ دس قیمت مفت نہیں کی۔ لاکھ کا حساب لگا کر قیمت مقرر کر سکو گے گا۔ آپکا پریم آمنا۔ صوفی پھنچن پھنچن

○ (۵) ○

رفقاری

اس دفتر رسالہ کی اشاعت بڑھانے میں حسب ذیل اصحاب نے ہمت و ہمت کی ہے۔

- | | | | |
|--------------------------------|-----------|-----------------------------------|-----------|
| ۱۔ لالہ مہیش نارائن جی تواری | ایک خیدار | ۲۔ لالہ کانہی رام جی اور سیر سنگھ | ایک خیدار |
| ۳۔ شہ بیان کرپاشنکو جی | ایک | ۴۔ شربان چند مال جی شملہ | ایک |
| ۵۔ ایم۔ ایس۔ بانی۔ پاسٹر | ایک | ۶۔ بابو جگن ناتھ مشرا | ایک |
| ۷۔ لالہ مکت مال جی بیڈ | مختار ایک | ۸۔ لالہ شو رام جی بھسین | ایک |
| ۹۔ لالہ راجن داس جی | ایک | ۱۰۔ بابو مراری لال جی مشرا | ایک |
| ۱۱۔ شہ بیان بھگوانی پرشاد | ایک | ۱۲۔ شہ بیان تاراشنکو مال جی | دو |
| ۱۳۔ لالہ بھگوانداس جی کھڑی ملی | دو | ۱۴۔ شہ ایم۔ ترابلی | ایک |

رسالہ اکتوبر کی شان وافرست مضامین

رسالہ ماہ ستمبر کو آپ ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں پر بھی ہیں۔ رسالہ ماہ اکتوبر کے مضامین کا ملاحظہ فرمائیے۔ جو اپنی نوعیت میں بڑی شان کا ہو گا۔ (اڈیٹر)

- | | |
|-----------------------------------|--|
| ۱۔ فرست مضامین | ۲۰۔ صحت کے نہیں ڈرتا ہے (نظم) |
| ۲۔ بھارت اُستیتی | ۲۱۔ قیمتی معلومات |
| ۳۔ مذہبی تعصب | ۲۲۔ سوجھت نہیں پٹا ناڑی کو (نظم) |
| ۴۔ اُسکی تلاش | ۲۳۔ جی بیا اجہم دے کو دیر کا تم رکھنا |
| ۵۔ لطیف جذبات | ۲۴۔ چاند |
| ۶۔ بانسری | ۲۵۔ برہمناہڑ سہاچار |
| ۷۔ زندگی کا راز (نظم) | ۲۶۔ تاج محل کمرہ کے سہارا و قیمتی پتھر |
| ۸۔ ہماری زندگی (نظم) | ۲۷۔ جس زمین کے ہم ہیں (نظم) |
| ۹۔ سرور و زندگی (نظم) | ۲۸۔ متفرق جلتی نوٹ |
| ۱۰۔ سرور جذبات | ۲۹۔ اُبلتا ہوا چشمہ اور اس کے عجائبات |
| ۱۱۔ دُنیا ہی سب بڑی پائشالہ (نظم) | ۳۰۔ برف کی تاثیر اور طریق استعمال |
| ۱۲۔ قدنی مذہب | ۳۱۔ نوجوان ہستے کا راز |
| ۱۳۔ پریم کے بس میں ہیں بھگوان | ۳۲۔ پان تے ملک کو بچاؤ |
| ۱۴۔ انگور مانا (نظم) | ۳۳۔ ویدک حجرات |
| ۱۵۔ جسمانی تربیت | ۳۴۔ سونا بنانے کی اصل ترکیب |
| ۱۶۔ آزادی (نظم) | ۳۵۔ علم جڑی بوٹی |
| ۱۷۔ پراچین ستر دلی گیت دیا میں | ۳۶۔ سولہ جنسری |
| ۱۸۔ شام وطن (نظم) | ان کے علاوہ اور کئی دلچسپ مضمین |
| ۱۹۔ بھارت کے جنگل | مطلب میں درج ہوں گے |

